

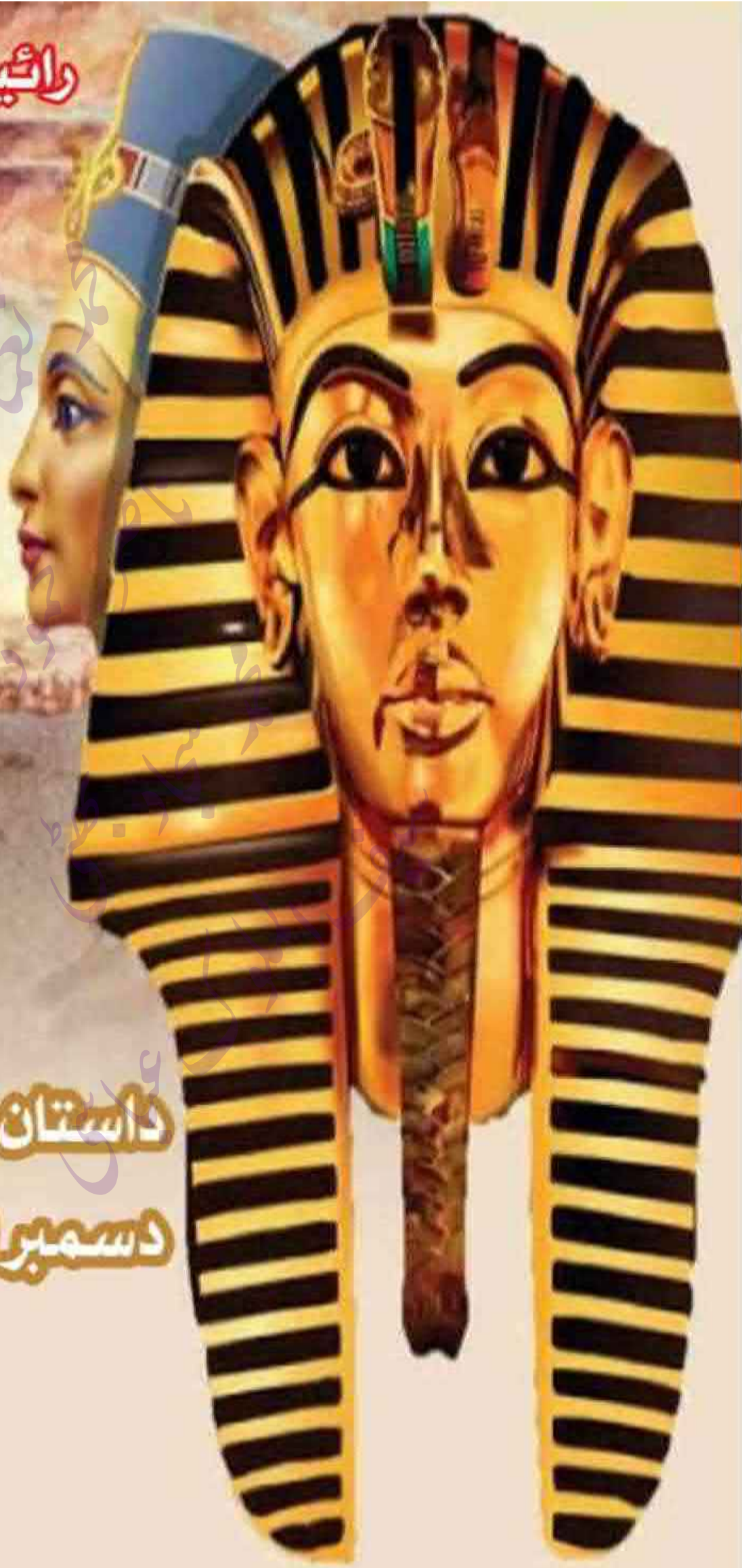
رائیڈر ہیگرڈ کا آخری ناول

دیوتا کی بیٹی



داستان ڈائجسٹ

دسمبر 1980



عشرت ندیم



دنیا کے نامور مصنفہ رائیڈر ہیگرڈ نے کئی معرکہ الامرا ناول تحریر کیے۔ جن کے تراجم کو پاکستانی حلقوں میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا گیا۔ زید نظر کھانے کا خاص پہلو یہ ہے کہ اُسے پہلے بار اردو زبان میں شائع کیا جا رہا ہے۔ مشہور ناول "SHE" کے بعد ہیگرڈ کے سب سے دلکش تخلیق۔ واقعات کا طلسم۔ لفظوں کا جادو۔



اب

سے ہزاروں برس پہلے مصر میں شام وصل رہی تھی۔ ممیفیس اور اس کے گرد و نواح کے گورنر، شہزادے ایسی کا جہاز اس گھاٹ پر ننگر انداز ہوا جو مصر کی دیواروں کے نیچے موجود تھا۔ اس گھاٹ کا تعلق عظیم الشان شہر یو آسٹ سے تھا۔ جسے آج کے دور میں مکسیریا کرانیک کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور جو دریائے نیل کے کنارے آباد ہے۔ ایسی ایک دراز قد شخص تھا اور چونکہ اس کی ماں کا تعلق اُن ہائیک سوکس سے تھا جو ایک ننانے میں مصر کے تخت پر غاصبانہ قبضہ کر کے اس ملک پر حکومت کر چکے تھے۔ لہذا اس کی رنگت سیاہ تھی۔ جہاز کے عرشے پر بیٹھا وہ غروب آفتاب کے منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور کینزی اس کے دونوں طرف کھڑی اُسے

پنکھا جھل رہی تھیں۔ ایسی اس وقت ناراض تھا اور کینزی اس کے کھڑکے چہرے کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر یہ بات بہ آسانی سمجھ سکتی تھیں۔ ان کے چہروں پر گھبراہٹ تھی اور وہ دل ہی دل میں بڑی طرح ڈر رہی تھیں ایسے میں ایک کینز کا پنکھا غلطی سے ایسی کے سر سے چھو گیا اور اس کے سامنے ہی ایسی کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اُس نے مُڑ کر بے چاری کینز کے مُنہ پر اتنے زور کا تھپتھور سید کیا کہ وہ مُنہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

”بھونڈی بتی!“ ایسی نے زور سے چیخ کر کہا۔ اب اگر ایسے پھوہڑن کا مظاہرہ کیا تو تیری پیٹ پر اس وقت تک کوڑے برستے رہیں گے جب تک کہ ہڈیاں نہ ٹوٹ جائیں۔“

”معاف کر دیجئے، اے عظیم آقا!“ کینز نے روتے ہوئے کہا۔

رائیڈر ہیگرڈ کی ناقابل منرا موش تحریر۔ تاریکین کے لیے بطور خاص!

”غلطی ہو گئی۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا“

”جو اس مت کرنا پاک کُتیا!“ ایسی نے پہلے ہی کی طرح گرج کر کہا ”تیرے جسم پر اسی طرح لاشیاں برسا چاہیں جس طرح میرے سر میں تیرا پنکھا لگا ہے مگر خیر۔ اب سیدھی طرح اٹھ بیٹھ اور یہاں سے جا کر میرے پاس کا کو کو فوراً بھیج دے“ اور پھر اُس نے دوسری لڑکی کو بھی ہاتھ کے اشارے سے جانے کا حکم دیا۔

خوف زدہ اور کپکپاتی ہوئی کنیز فرش سے اُٹھی اور تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ دوسری لڑکی بھی اُس کے ساتھ تھی۔ مار کھانے والی کنیز نے کہا ”اُس نے مجھے بھونڈی بتی کہا تھا۔ کہا تھا نا، بہت اچھا بہت اچھا۔ اگر میں بھونڈی بتی ہوں تو بتی کا سر رکھنے والی سیکیٹ میری ماں ہوئی اور یہ تو وہ بھی جانتا ہے کہ سیکیٹ انتقام کی دیوی ہے۔“

”ہاں میری بھئی! اس نے یہی کہا تھا“ دوسری لڑکی بولی ”اس نے ہم دونوں کو بھو ہڑ اور بد صورت کہا تھا۔ ہم... جن کی عزت اور بار میں آنے والا ہر حاکم کرتا ہے۔ خدا کرے اُسے کوئی مگر مجھ اپنی خوراک بننے کا لا سورا کہیں گا۔“

اسی طرح باتیں کرتی اور اسی کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتی وہ اس عالم کے سامنے پہنچ گئیں جو بخوم کا بہت بڑا ماہر تھا اور جسے مصر کے لوگ کا کو کے نام سے یاد کرتے تھے۔ میریڑ نے اُس کے سامنے سر کو خم کر کے کہا ”اے سر زمین مصر کے عظیم المرتبت ماہر بخوم، ہم تیرے پاس ایک اہم پیغام لے کر آئے ہیں۔ نہیں نہیں میرے گال کو اس طرح مت دیکھ کہ اس پر جادو کے نشان نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں عظیم ایسی کی مقدس انگلیوں نے نمودار کیا ہے۔ اسی ایسی نے جو فرعون کا فرزند اور اوزیرس کا چھپتا ہے جس کی رگوں میں ایک طرف مصر کا شاہی خون اور دوسری طرف اس محترم خاتون کا لہو گردش کر رہا ہے جو...“

”ہش“ کا کو نے گہرا کو بول کھلائے ہوئے انداز میں کہا ”مجھے محتاط اور ہوشمند رہنا چاہیے کیا تو نہیں جانتی کہ شہزادہ اپنی ماں اور اس کے رنگ کے متعلق ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتا مگر اُسے تیرے گال پر اتنے زور کا ٹھپہ مارنے کی کیا ضرورت پیش آگئی پیاری بہ“

میریڑ نے اُسے مختصر طور پر سب کچھ بتا دیا۔

”تھک ہے۔“ کا کو مسکرایا ”لیکن اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو اس حسین گال پر ٹھپہ مارنے کے بجائے چوم لیتا“

”شکریہ۔“ لیکن اُسے بخومیوں کے سردار اسب سے پہلے تجھے اپنے گالوں کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ قابل احترام ایسی، اوپر بڑی بے پنی سے تیرا انتظار کر رہا ہے۔“ میریڑ ابھی مسکرائی۔ تھک اسی وقت اوپر سے ایسی کی دہاڑ سائی دی تھی۔ اُسے گھٹتے ہی کا کو بول کھلائے ہوئے انداز میں لپٹنے کیسین سے باہر نکل گیا۔

ایسی بڑے پر اپنے پولین میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے دیکھتے

ای برس پڑا۔ ”کہاں تھا تو اب تک، اے ساحر اعظم، یہاں آنے میں اتنی دیر کیوں لگی؟“

”اس لیے، اے سورج کے عظیم فرزند! کہ تیری کنیزیں مجھے فراہمی تلاش نہیں کر سکی تھیں۔ میں اپنے کیمین میں اپنے کام میں مصروف تھا۔“

”آہ! بیشک یہی بات ہوگی“ ایسی کا غصہ دھما پڑ گیا۔ ”مگر ابھی تو نے مجھے کیا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ سورج کا عظیم فرزند! وہ کا کو گھورتا ہوا بولا ”کیا تو نہیں جانتا کہ یہ صرف فرعون کا لقب ہے۔ یا تجھے ستاروں نے بتا دیا ہے کہ...“ اور وہ اپنا جملہ ادھر راٹھوڑ کر کا کو کو آستین آئین نظروں سے دیکھنے لگا۔

”نہیں، اے شہزادے! میں نے ستاروں سے کبھی وہ بات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جو جلد یا بدیر بالکل یقینی نظر آرہی ہے۔“

”جلد یا بدیر۔ اس سے تیرا کیا مطلب ہے، اے ساحر! میں ان دنوں اپنی زندگی کے اُس موڑ پر کھڑا ہوں جہاں کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا۔ قسمت میرے سر پر مہر بالا اور مصریوں کا دوہرا تاج رکھے گی یا دنیا کے ایک شہر اور اس کے قریب کے چند معمولی صوبوں کا ایک چھوٹا سا حاکم بنا رہوں گا۔ ایسے موقع پر کیا تو اپنے الفاظ کی وضاحت نہیں کریگا؟“

”اگر اے عزت مآب اور پُر جلال بادشاہ تو اپنے اس غلام کو یہ جاننے دے کہ تو خود کیا چاہتا ہے تو میں ضرور تجھے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”بہت اچھا میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تو نے مجھے بادشاہ کیوں کہا مجھ میں صرف ایک شہزادہ اور میض کا گورنر نہ ہوں۔ کیا ستاروں نے تجھ سے یہ بات کہی ہے۔ کیا تو نے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ستاروں سے معلوم کیا تھا؟“

”یقیناً...۔۔۔۔۔ یقیناً اے فرمانروا! میں رات بھر ستاروں سے گفتگو کرتا رہا ہوں اور اگرچہ گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی ہے تاہم تو پوچھ۔ میں تیرے سوال کا جواب ضرور دوں گا۔“

”تو میرے سوال کا جواب دے گا۔ بہت اچھا لیکن تو یقیناً جھوٹ بولے گا کیونکہ تو بزدل ہے اور سچ نہیں بول سکتا۔ حالانکہ ہر کھجور آدمی سچ کو پڑھ اور سمجھ لیتا ہے مگر خیر اگر تو نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو تیرے سر کو تیرے جسم سے الگ کر کے فرعون کے سامنے ایک نذار کے سر کی حیثیت سے پیش کر دوں گا۔ اس کے بعد تیرا جسم دفن ہو جائے گا۔ اس مقبرے میں نہیں جھوٹ تو نے اپنے لیے تیار کر دیا ہے بلکہ مگر مجھ کے ہیٹ میں... کیا تو سمجھ گیا؟ اگر ہاں، تو اب ہمیں اصل معاملے کی طرف آنا چاہیے۔ دیکھ سورج مصر کے عظیم بادشاہوں کے مقبروں کے دوسری طرف غروب ہو رہا ہے جہاں فرعون دوباراً اُٹھنے کے دن تک اپنا باقی وقت گزار رہے ہیں۔ یہ ایک بڑا اور منحوس شگون ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے اس شہر میں صبح کے وقت داخل ہونا چاہیے تھا جب رع ایوان حیات یعنی شرق میں ہوتا

اور اس نے ایک جھٹکے سے لرزے، لپکاتے کا کو پر اپنا بھر پھینچ لیا۔ یہ رہا میرا ستارہ، دھات کا بنا ہوا یہ مہییار، ہوشیار ہو جا... لے جھوٹوں کے بادشاہ! اس سے پہلے کہ اس ستارے کے مقابلے میں تیرے شانے کی چمک ماند پڑ جائے۔

”نہیں۔ اے شہزادے! تو نے مجھے سچ بولنے کا حکم دیا تھا اور میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن اگر تو سچ سننا نہیں چاہتا تو آئینہ میں تیرے سامنے جھوٹ بیان کیا کروں گا۔“ کا کو نے اپنے خوفزدہ ذہن کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ ”ہاں مگر ایک بات اور سن لے کہ اگر اس جھوٹ سے تیرے لیے مشکلات پیدا ہوئیں تو اس کا ذمہ دار تیرا یہ غلام نہیں ہوگا۔“

رفزہ رفتہ ایبی کا اٹھا ہوا ہاتھ نیچے ہوتا چلا گیا۔ ”ٹھیک ہے“ بالآخر اُس نے کہا۔ ”غلطی میری ہی تھی۔ مجھے اس قدر غصے میں نہیں آ جانا چاہیے تھا۔ آج ہر بات غلط ہو رہی ہے مگر سونے کا پیالہ۔ میرا اپنا پیالہ۔ اس غلطی کے ازالے کے لیے کیا یہ انعام کافی نہیں ہوگا؟ اور اب اے عظیم اور عظیم جادوگر میں چاہوں گا کہ آئندہ بھی تجھے سچ ہی بتاتا رہے۔ مجھے صرف سچ کی تلاش ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی تلخ اور اذیت ناک کیوں نہ ہو۔“

کا کو نے اطمینان اور خوشی کی طویل سانس لی اور شہزادے کو سلام کر کے رخصت ہونے لگا مگر اس سے پہلے کہ اُسے اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی شہزادے کے محفلوں کا کیتان اجازت لے کر اندر داخل ہوا اور دوبارہ انداز میں سلام کر لے کے بعد سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ ایبی نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ پھر بولا۔ ”میسر بھائی فرعون نے کیا کہا؟“

”میسر آقا! اس کا کہنا ہے کہ اگرچہ اُس نے آپ کو طلب نہیں کیا ہے تاہم وہ آپ کو خوش آمدید کہے گا۔ اس کا خیال ہے کہ آپ اس کے لیے یقیناً کوئی بے حد ضروری اور اہم پیغام لے کر آئے ہوں گے۔ کوئی اچھی خبر... نہ کہ ان وحشیوں کے حنوط شدہ سر جن سے آپ نے ایک خوفناک جنگ لڑی تھی۔“

”بہت اچھے۔“ ایبی کی پیشانی پر غم و غور کی شکنیں پڑ گئیں۔ ”مفتاح فرعون اپنے زہم اور چھوٹے دل کی وجہ سے ایسے معاملات میں عورتوں کی طرح ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے اپنے اُن بہادر جرنیلوں کا شکر گزار ہونا چاہیے جو جنگ لڑنا اور دشمنوں کے سر کاٹ کر مملکت کا دفاع کرنا اچھی طرح جانتے ہیں۔“

”آقا!“ کیتان دوبارہ بولا۔ ”فرعون نے بس اتنا ہی پیغام نہیں دیا۔ بلکہ اُس کا کہنا یہ بھی تھا کہ اس کی معلومات کے مطابق آپ اپنے ساتھ جن تین سو محفلوں کا دستہ لے کر آئے ہیں ان کے لیے شہر کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ فرعون کی ہدایت ہے کہ جس وقت آپ بادشاہ کے سامنے پیش ہوں اس وقت آپ کے ساتھ پانچ سے زیادہ محافظ نہیں ہونا چاہئیں۔“

”واہ، واہ۔“ ایبی حشرات آئینہ منہ منہ کر بولا۔ ”کیا فرعون خوف زدہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے تین سو سپاہیوں کی مدد سے اسے گرفتار کر کے اس کے شہر پر قبضہ کروں گا؟“

”میرا خیال ہے، وہ ڈرتا ہے کہ کہیں آپ اُسے قتل کر کے اس شاہی خون کی وجہ سے جو آپ کی رگوں میں موجزن ہے اور آپ کو مصر کے تخت کا مالک بنا سکتا ہے۔ اپنے فرعون ہونے کا اعلان نہ کر دیں۔“

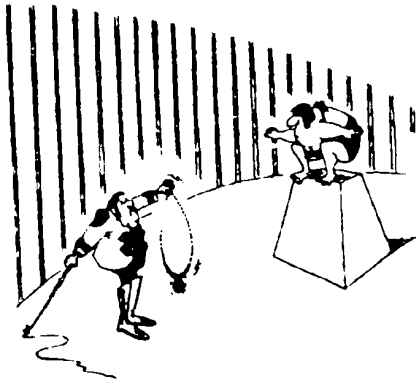
”آہا، کیا کہا تم نے، خون کی وجہ سے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ محل میں ابھی تک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ مصر کے تخت و تاج کا وارث کوئی نہیں۔“

”کوئی پیدا نہیں ہوا اے شہزادے! میں نے مصریلا اور مصریوں کی خوب صورت ملکہ، فرعون کی دوسری بیویوں اور ان گنت کینزوں کو دیکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی گود خالی ہے۔ فرعون ابھی تک لاولد ہے۔“

”اوہ...“ ایبی نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازے کے پردوں کے پاس پہنچ گیا۔ باہر دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ عرصے کو سنان دیکھ کر اُس نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر دوبارہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے ذہن میں آنکھیاں چل رہی تھیں اور وہ آج ایک دفعہ پھر اپنے ناپاک منصوبے کے بارے میں سوچنے لگا تھا جسے اس کے ذہن میں پروان چڑھتے کئی سال گزر چکے تھے۔ فرعون کے تخت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ، حالانکہ اس کے لاولد مرنے کی صورت میں صرف وہی ایسا شخص تھا جو مصر کے تخت و تاج کا حقدار قرار پانا لیکن آخر وہ کب تک اس کی موت کا انتظار کرتا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ منزل بالکل قریب نظر آ رہی تھی۔

”سنو۔“ کچھ دیر بعد اُس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ ”میں مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ اے میرے محفلوں کے کیتان! کیا تم اس کام میں میرا ساتھ دے سکتے ہو۔ تم اور تمہارے سپاہی میں جانتا ہوں تم لوگ میرے حکم کے مطابق عمل کر دو گے۔ چاہے بعد میں تخت حاصل ہو یا بقر کی گھرائی۔ اگر ہم تخت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم میری فوج کے کمانڈر انچیف ہو گے اور اے بخوی اور جادوگر! تجھے اپنا وزیر مقرر کروں گا۔ فرعون کے بعد تم دونوں اس ملک کے عظیم ترین لوگ ہو گے۔ بولو، اب کیا کہتے ہو تم...؟“

ان میں شاید کوئی بھی اس اطلاع کے لیے تیار نہیں تھا۔ لہذا چند لمحوں کے لیے دونوں ہی بڑی طرح سٹپا گئے۔ آخر کیتان نے کہا۔ ”یہ ایک بے حد خطرناک حکم ہوگی اے شہزادے! لیکن جس بھاری انعام کا آپ نے وعدہ کیا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ البتہ ابھی سپاہیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں انہیں پہلے سے سب کچھ بتا دینا چاہیے کیونکہ کہیں کہا جاسکتا کہ زندگی اور موت کی اس ہم میں کتنوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ



ہمیں دوسرے امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کسی غدار کے منہ سے نکلنے والا صرف ایک لفظ ہمارے جسموں پر بھیڑیوں کو اپنے پنجے تیز کرنے کا موقع فراہم کر دے گا۔
ایسی نے کپتان کے الفاظ بڑے غور سے سُنے اور اس کے سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔

”شہزائے!“ کا کو نے طویل سانس لے کر کہا، ”ان خیالات کو میرے آقا کے دماغ سے دُور رہنا چاہیئے۔ اس سے پہلے کہ ان میں شدت پیدا ہو، انہیں دفن کر دینا ہی اچھا ہے۔ اے عظیم فرزند! تجھے آسمانوں میں بہت کچھ نظر آ رہا ہے اور اگرچہ میں اُسے صاف طور پر نہیں پڑھ سکتا... لیکن میں تیرے قدموں کے نیچے جہنم کا تاریک دہانہ ضرور دیکھ رہا ہوں۔ اگر ہم نے فرعون کے مقدس جسم پر اپنا ہاتھ بلند کرنے کی کوشش کی تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہنم ہی ہمارا اٹھکانہ ہو گا۔ میں کہتا ہوں اور اسے اچھی طرح سُن لے اے شہزائے کہ اسی صورت میں خود دیوتا تیرے خلاف جنگ کریں گے۔ اس خیال کو فوراً ذہن سے نکال دے اور بلا پس و پیش یقین کر لے کہ مصر پر کتنی سال تک تیری حکومت ہوگی مگر اس کے لیے تجھے انتظار کرنا پڑے گا۔ انتظار یا بے شرمی کا تاج یا ایک گمنام قبر۔“

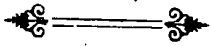
ایسی بڑے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا لیکن اگر وہ وہاں جھوٹ اور مکرو فریب کی پرچھائیاں تلاش کرنا چاہتا تھا تو اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ یقیناً کا کو پس بول رہا تھا اور اس کی نصیحت پر غور و خوض بھی چند لمحے بعد ایسی نے کہا ”بہت اچھا“ اے جادوگر! میں تیرا فیصلہ قبول کرتے ہوئے اپنی قسمت کے مہربان ہونے کا انتظار کرنے کو تیار ہوں۔ فرعون کو زندہ رہنے دو۔ کل کسی وقت میں اُسے ایک شریف آدمی کی حیثیت سے مشورہ دوں گا کہ وہ مجھے اپنے بعد تخت کا وارث نامزد کر دے۔ پھر ذرا رُک کر اس نے ان دونوں کو تیز اور معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”معتقدی کا تقاضا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں اسی وقت قتل کر دوں۔ کیونکہ تم دونوں میرے دل میں چھپے ہوئے راز سے واقف ہو چکے ہو اور تم میں سے کسی کی صرف ایک سرکوشی میری ہلاکت اور تباہی کے لیے کافی ہوگی لیکن...“ اس نے ان پر ایک اور تیز نگاہ ڈالی ”اگر تم قسم کھاؤ۔ وہ قسم جو زندگی میں یا موت کے بعد کسی بھی حالت میں نہیں توڑی جاسکتی۔ اگر تم عہد کرو کہ تمہارے ہونٹوں سے کبھی ایک لفظ بھی نہیں نکلے گا تو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔“

اور پھر جب دونوں نے قسم کھالی اور کپتان سلام کر کے رخصت ہو گیا تو ایسی نے کا کو کی طرف دیکھ کر کہا ”اے ستاروں کا حال جاننے والے! سب سے بڑے بخونی اور جادوگر! میرا سونے کا پیالہ اب تیرا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر تجھے میری کسی چیز کی خواہش ہو تو طلب کر سکتا ہے۔“

کا کو خاموش رہا تو ایسی نے پوچھا ”بول! تجھے اور کس چیز کی ضرورت ہے؟“

اس کینز کی آقا! جس کا نام میریڑا ہے... اور جس کے گال پر تو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی مقدس انگلیوں کے نشان بنا چکا ہے۔
”اوہ... میریڑا...! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں نے اُس کے گال پر تھپڑ مارا ہے۔ کیا خود اُس نے تجھے بتایا تھا یا پھر یہ اطلاع بھی ستاروں نے دی ہے۔“

مگر خیر، آج سے وہ خوبصورت کینز تیری ہے؟
کا کو سلام کر کے پولیس سے باہر نکل آیا۔ وہ دل ہی دل میں بہت زیادہ خوش تھا لیکن جب اُس نے یہ خوشخبری میریڑا کو سنانے کے لیے اُسے تلاش کرنے کی کوشش کی تو چاروں طرف ڈھونڈنے کے باوجود اُسے نہیں پاسکا۔ وہ جہاز سے غائب ہو چکی تھی۔



دوسرے دن جب ایک آراستہ اور آرام دہ بحیرے پر بیٹھ کر ایسی فرعون سے ملنے کے لیے روانہ ہوا تو شاہی بحری بیڑے کے جنگی جہازوں کو دیکھ کر وہ دل ہی دل میں مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ بخونی کا کو اور محافظوں کے کپتان کے علاوہ تین آدمی اور تھے جبکہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بحیرے میں دو قیدی اور ان کے دوسر داروں کے علاوہ چند خوب صورت عورتیں تھیں جنہیں اس نے ایک خطرناک جنگ کے بعد گرفتار کیا تھا۔ سائل پر شاہی فوج کے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اپنے افسران کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ ان کے چہروں سے مصر کی عظمت، رعب اور دبدبہ نمایاں تھا۔ ایسی انہیں دیکھ کر یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ایسی زبردست فوج کی موجودگی میں اس نے کل شام شاہی محل پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنا کر یقیناً ایک بہت بڑی حماقت کی تھی۔

مختلف خوبصورت بیڑوں سے گزرتے ہوئے جن کے دونوں طرف شاندار عمارتوں اور مستحجہ جنگجو سپاہیوں کی طویل قطاریں موجود تھیں۔ وہ آخر کار فرعون کے محل کے سامنے پہنچ گیا۔ محل کے سامنے اور چاروں طرف

ان گنت فوجی اپنے اسلحے کے ساتھ موجود تھے۔ ایسی کے دل و دماغ پر ہیبت سی طاری ہونے لگی۔ تاہم اُس نے اپنے چہرے سے اپنے دلی جذبات کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ فرعون کے سامنے پہنچا دیے گئے۔ شاہی محل کی شان و شوکت اور عظمت و خوبصورتی دیکھنے کے قابل تھی لیکن ان چہروں پر دھیان دینے کے بجائے ایسی فرعون کے تخت کے قریب پہنچ کر اس کے سامنے جھکتا چلا گیا۔ فرعون - دنیا کا عظیم ترین بادشاہ اپنے تخت پر اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کے چہرے پر شاہی جلال اور ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اس کے برابر کے تخت پر اس کی لکڑی مصر کی انتہائی خوب صورت اور دلکش صورت اپنی تمام لڑنوائی و دلفریبی اور رعب و جلال کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ اس کے علاوہ فرعون کی دوسری ان گنت بیویاں تھیں۔ جوان اور حسین کنیزوں کا جھرمٹ تھا اور فوج کے بڑے افسر موجود تھے۔ ان کے پیچھے نو بہن گارڈز کا سلسلہ دستہ تھا اور اس دستے کے سپاہیوں کی تعداد دو سو سے کم کسی طرح نہیں ہو سکتی تھی۔ بے ڈول جسم، سیاہ رنگت اور موٹے اور بھدے ہونٹوں والے ایسی کے دل پر دہشت سی طاری تھی۔ فرعون اس کے مقابلے

میں پستہ قد اور بڑے پتلے جسم کا مالک تھا۔ ایک چالیس سالہ بادشاہ... لیکن جس کے وقار اور رعب و جلال کے مقابلے میں دنیا کا کوئی بادشاہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ وہ اور ایسی دونوں ایک ہی باپ کی اولاد تھے۔ ان کی پہلی ملاقات آج سے برسوں پہلے ہوئی تھی جب وہ چھوٹے بچے تھے اور ساتھ ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ مگر اپنی ماں کی وجہ سے ایسی اس وقت بھی موجود فرعون کے سامنے احساس کمتری میں مبتلا تھا۔

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر بادشاہ نے اپنی باوقار آوازیں کہا - "خوش آمدید شہزادے اور میرے بھائی! زمانہ گزر گیا جب ہم میں رلاتی ہوئی تھی مگر وقت بڑے سے بڑے زخم کو مندمل کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ خوش آمدید اے میرے باپ کے بیٹے...! مجھے امید ہے کہ تم حیرت سے ہو گے۔"

"فرعون کا وقار بلند ہو۔ اے اوزیرس کے تازیانے اور اسمن کے پردوں کو اپنے مقدس سر میں سجانے والے! میں دعا کرتا ہوں کہ تیری عزت اور طاقت میں اضافہ ہو اور تیرا ناز رع کی حیات افسردہ روشنی میں اسی طرح چمکتا رہے۔"

"شکریہ ادا! میرے بھائی لیکن میں جانتا ہوں کہ تو نے میری پیشگی اجازت کے بغیر میض کے استغاثی امور کو چھوڑ کر یہاں آنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟"

"آہ... مجھ پر ناراض نہ ہو اے اوزیرس کے عقاب! ایسی نے جواب دیا۔ "مجھ کو صبر و اجاب ریگستان کے وحشیوں نے فرعون کی عظمت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے اُن پر حملہ کیا اور جنگ کے

دیوتا کی طرح اُن پر جا پڑا۔ ان میں سے ہزاروں آدمی میرے سامنے تپتے ہوئے ریگستان میں موت سے ہم آغوش ہو گئے۔ ان کے دو بادشاہوں، درجنوں سرداروں اور عورتوں کو میں نے گرفتار کر لیا اور وہ باریابی کے انتظار میں باہر کھڑے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہلاک ہونے والے سپاہیوں کے پانچ سو ہاتھ بھی میرے ساتھ آئے ہیں جو میری صداقت کا ثبوت دیں گے... اور اگر اجازت دے تو میں انہیں اسی وقت تیرے سامنے پیش کرنے کو تیار ہوں۔ ریگستان کے وحشی ایک زمانے سے فرعون کے دشمن چلے آ رہے تھے اور ان کی شیطانی کھوپڑیوں میں آئے دن نئی نئی سازشیں سر اٹھاتا کرتی تھیں۔ مگر اب فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ ان کا زور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے اور اب اجازت دے اے دیوتاؤں کے عظیم فرزند کہ وہ ہاتھ تیرے سامنے دربار میں پیش کیے جائیں... اور اُن کی گنتی ہو سکے۔"

"نہیں... نہیں! فرعون نے کہا۔ "میں اس طرح کے منظروں سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوتا۔ میرے فوجی افسران انہیں گن لیں گے۔ یوں بھی مجھے یقین ہے کہ تم نے غلط تعداد نہیں بتائی ہو گی۔ اے میرے بھائی اور شہزادے

میں تو یہ جانتا چاہتا ہوں کہ اس خدمت اور وفاداری کے صلے میں اپنے بھائی کو مصر کی جس سے اچھی خدمت اب تک کوئی نہیں کر سکا... کیا انعام دوں؟"

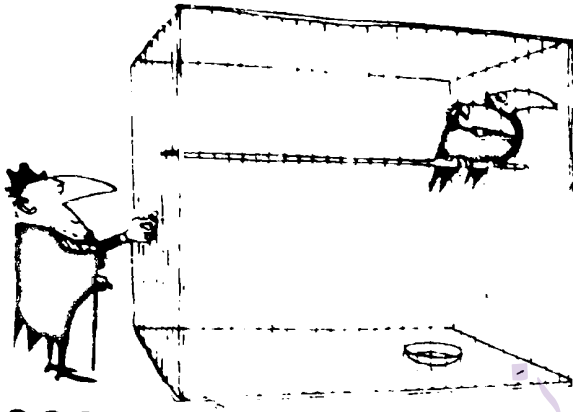
جواب دینے سے پہلے ایسی نے مصر کی خوبصورت ملکہ آہورا اور دوسری عورتوں کا جائزہ لیا اور پھر بولا "اے عظیم فرعون! مجھے یہاں بہت سی بیویاں اور کنیزیں نظر آ رہی ہیں مگر ان میں سے کسی کی گود میں کوئی بچہ نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی آہورا کے حسین چہرے پر شرم کی ہلکی سی سرخی پھیل گئی۔ دوسری عورتیں آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں اور فرعون نے اپنی باوقار آوازیں کہا "تو اچھی طرح جانتا ہے کہ دیوتاؤں نے مجھے ابھی تک کوئی اولاد نہیں دی۔ پھر تجھے اس قسم کی گفتگو کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟"

"آہ! میں نے کچھ افواہیں سنی تھیں اے فرعون! یہی وجہ ہے کہ مجھے اس وقت یہاں یہ بات کہنا پڑی۔ کیونکہ تیرے حضور اپنی درخواست پیش کرنے سے پہلے میں یقین کر لینا چاہتا تھا۔ اے بادشاہ! میں تجھے جو کچھ بھی مانگوں گا اس کا تعلق تیری اور مصر کی بھلائی سے ہو گا۔ مگر کیا میں اس جگہ سب کی موجودگی میں اپنی درخواست پیش کر سکتا ہوں؟"

"ہو... مصر کی بھلائی کے لیے میں تیری ہر بات سننے کے لیے تیار ہوں۔"

"بادشاہ تجھے بتا چکا ہے کہ دیوتا اُسے کوئی اولاد دینے کے لیے تیار نہیں ہیں حتیٰ کہ انہوں نے فرعون کو کوئی لڑکی بھی نہیں دی جو اس



کی دائمی روانگی کے وقت اُس کے تخت پر رونق افروز ہو سکے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا کہ یہ دیوتاؤں کا فیصلہ ہے سگائے فرعون ! جبکہ تیری تمام تر التجاؤں کے باوجود دیوتاؤں نے تیری طرف سے کان بند کر لیے ہیں ... کیا یہ ۹۰۰۰ ؟

اس سے پہلے کہ اُس کا جملہ مکمل ہوتا، ملکہ آہورا نے پہلی بار اس گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا : ”اے میفس کے شہزادے ! کیا تو نہیں جانتا کہ بعض مرتبہ دیوتاؤں کے سخت روتے میں نرمی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ابھی میں اور میرا آقا، دونوں زندہ ہیں۔ پھر تو کس طرح کہہ سکتا ہے کہ مصر کا تخت اپنا وارث اور جانشین نہ ہونے کی وجہ سے خالی ہی رہے گا ؟“

”ہو سکتا ہے، اے ملکہ ! اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں دعا کرتا ہوں کہ ایسا ضرور ہو۔“

ملکہ خاموش ہو گئی اور فرعون نے اپنی طرف گھورتے ہوئے کہا : ”اپنا بیان جاری رکھ، اے شہزادے اور میرے بھائی ! میں جاننا چاہتا ہوں کہ تیرے دل میں وہ کون سی خواہش پوشیدہ ہے جس نے تجھے اس قسم کے الفاظ کے استعمال پر مجبور کیا ہے ؟“

”بہت اچھا اے فرعون ! تو جانتا ہے کہ میرا اور تیرا خون ایک ہی ہے۔ ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور ...“

”تجھے ایک دوسری ماں نے پیدا کیا تھا میفس کے شہزادے ! اس ماں نے جو کسی شاہی خاندان سے تعلق نہیں رکھتی تھی اور جس کی خوشیوں کا خاتمہ ابھی تک مصر سے نہیں ہو سکا ہے۔“ آہورا نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔

”فرعون !“ ابی نے ملکہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا : ”تو اب مزبور ہو گیا ہے۔ آسمانوں کو تیری ضرورت ہے اور زمین تیرے قدموں کے نیچے نرم ہونے لگی ہے۔ ایسے میں شمال اور جنوب کی طرف بے حد خطرات ہیں جو مصر کے تخت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پھر کیا تجھے کسی جانشین کے بغیر مرنے چاہیے ؟ نہیں ہرگز نہیں ... کیونکہ اگر ایسا ہوا تو شمال اور جنوب کے وحشی تیری موت کے فوراً بعد مصر کے تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔“ وہ ذرا رُک کر بولا : ”میں جنگجو اور مضبوط ہوں۔ میرے بہت سے بچے ہیں۔ میرا مکان ایک چٹان پر بنا ہوا ہے۔ فوج مجھ پر اعتماد کرتی ہے اور لاکھوں مصریوں کو تجھ سے محبت ہے۔ ایسی صورت میں بہتر ہو گا کہ تو مجھے مصر کے تخت کا وارث اور جانشین قرار دے کر خود دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہو جا ... بس ... میں کہہ چکا ...“

چند لمحوں تک دربار پر خاموشی طاری رہی۔ ہر شخص اس دلیسہ درخواست پر حیران تھا اور لوگ بڑی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ آخر فرعون نے کہا : ”ابی، اے میفس بھائی ! اب میری بات غور سے سن ! اس سرزمین پر وہ لوگ بھی گزرے ہیں جو مجھ سے

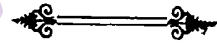
پہلے اس تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے رہے ہیں اور اگر اس وقت ان میں سے کوئی تیسرا ان الفاظ کو سُنتا تو تیرے ہونٹ یقیناً ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیئے جاتے اور تیرے خاندان کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا لیکن میں تجھے صرف اس لیے معاف کرتا ہوں کہ تو نے انتہائی جرأت اور ہمت سے کام لیتے ہوئے وہ بات میرے سامنے بیان کر دی جو نہ جانے کب سے تیرے دل کی گہرائیوں میں دفن تھی مگر ایسی ابھی بہت کچھ باقی ہے جو تو نے مجھے نہیں بتایا۔ مثال کے طور پر وہ گفتگو جو کل رات تو نے اپنے میسرؤں کے ساتھ کی تھی۔ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ تو رات کے سناٹے میں میسرؤں کے محافظوں پر شب خون مار کر میرے تخت پر قبضہ کر لیتا۔ اس کے باوجود تو نے میرے خلاف سازش کی کیونکہ مجھے اپنے راستے سے ہٹانے کے بعد خون کے تعلق کی وجہ سے تو بڑی آسانی کے ساتھ اپنے فرعون ہونے کا اعلان کر سکتا تھا۔“

دربار پر سناٹا طاری تھا جیسے وہاں موجود ایک ایک فرد کو سانپ مٹکھ گیا ہو ایسے میں ابی نے تیز نظروں سے کا کو کا ہاتھ لیا اور فرعون نے اپنی باوقار اور گرج دار آواز میں ایسی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا : ”نہیں شہزادے ! اپنے میسرؤں پر شبہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ گہری ہو گئی : ”یہ معصوم اور بے قصور ہیں۔ تیری مکروہ سازش کو میرے اپنے جاسوسوں نے بے نقاب کیا ہے۔ ایک جہاز کے عرشے پر بنا ہوا پولیٹین اس طرح کی سازشوں کے لیے کبھی کوئی مناسب مقام نہیں ہو سکتا۔ ویسے میں اس ماہر بخوم کا منہ ہوں جو تیرے پیچھے اس وقت بھی کھڑا ہے۔“ اس نے کا کو کی طرف اشارہ کیا : ”کیونکہ وہ یہی تھا جس نے تجھے تیری دیوانگی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اے جادوگر اور ماہر بخوم ! میں تجھے ایک تحفہ دوں گا۔ کیونکہ تو ایک سمجھ دار آدمی ہے۔ ایک ایسا تحفہ جو یہاں آئے سے پہلے تو کھو چکا ہے۔ ایک جوان اور خوبصورت عورت جو گزشتہ شب تیسرے آقا نے تجھے دی تھی۔“

کا کو فرعون کے سامنے منہ کے بل گر پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ابی کے راز کو فاش کرنے والی ہستی میریٹرا کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔ یقیناً

اس نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور پھر غداروں کا ثبوت دیتے ہوئے سب کچھ بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دیا تھا۔ فرعون اس کی طرف زیادہ توجہ دینے بغیر دوبارہ ایسی طرف دیکھنے لگا۔ "شہزادے اور بھائی! میں تجھے معاف کیے دیتا ہوں کہ تو نے منصوبہ ضرور بنایا مگر اس پر عمل نہیں کیا۔ کاش دیوتا اور ہمارے بزرگوں کی رُو میں بھی تجھے معاف کر دیں۔ اب رہی تیری درخواست تو میں اس پر غور کروں گا کیونکہ تو میرا واحد بھائی ہے جو زندہ ہے اور اگرچہ تیری رگوں میں جو خون دوڑتا ہے اس سے مصر کے بچے بچے کو نفرت ہے مزید یہ کہ تو نے ہادشاہ کو قتل کرنے کی ناپاک اور گھناؤنی سازش کی تھی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میں لاؤد مرنے کی صورت میں موت سے پہلے تجھے اپنے تخت کا وارث قرار دے دوں لیکن یہ بہت بعد کی بات ہے۔ اس وقت کی جب اوزیرس مجھے طلب کرے گا۔ اب مجھے بتا کہ اُس وقت تک تو ایک قیدی کی حیثیت سے زندہ رہنا پسند کرے گا یا کبھی نہ توڑی جانے والی قسم کھانے کو تیار ہے؟" اُس نے اُبی کے سیاہ چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اگر تو تیار ہے تو اسی وقت گھٹنوں کے بل جھک کر پُچھو اور خوفناک نام کی قسم کھا کر وعدہ کر کہ اگر دیوتاؤں نے مجھے کوئی بچہ دے دیا۔ خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا تو تو اُس کا وفادار رہے گا۔ اُسے فرعون تسلیم کرے گا اور کبھی بھول کر بھی اپنے دل میں اپنے آقا سے غداروں کا خیال نہیں پیدا ہونے دے گا کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو پھر مصر کے دیوتاؤں کی لعنت زندگی بھر تجھ پر مسلط رہے گی اور مرنے کے بعد تجھ پر ان کا بدترین عذاب نازل ہوگا۔"

چنانچہ اُبی نے گھٹنوں کے بل جھک کر قسم کھائی اور اظہار وفاداری کے طور پر فرعون کے عصا کو بوسہ دے کر اسے آنکھوں سے لگا لیا۔



اسی رات فرعون اور آہورا مصر کے سب سے بڑے معبد میں بڑی دیر تک روتے اور گڑگڑاتے رہے اور دیوتاؤں کی خوشامد کرتے رہے کہ وہ انہیں تخت و تاج کا وارث عطا کر دیں۔ اس مقدس مقام پر وہ اس وقت تنہا تھے اور دعائیں ان کے دلوں کی گہرائیوں سے نکل کر ان کے لبوں کو چھوڑ رہی تھیں لیکن جب کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود دیوتاؤں کی طرف سے قبولیت دعا کا کوئی اشارہ نہیں ملا تو وہ اُسے آخری سلام کر کے مڑے۔ دلوں پر مایوسی اور افسردگی کا بوجھ اٹھائے تھکے اور مضحل قدموں سے چلتے ہوئے مقام مقدس سے باہر نکل آئے جہاں عبادت گاہ کا بڑا پجاری اور کاہنِ اعظم ان کا انتظار کر رہا تھا۔

"دیوتا نے کوئی اشارہ نہیں دیا اے کاہنِ اعظم؟" فرعون نے اُسے بتایا۔ "ہم نے کوئی آواز نہیں سنی۔"

پجاری نے ایک ثانیے کے لیے روتی ہوئی ملکہ کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں رحم اور ہمدردی کے سائے اُتر آئے وہ گہری سانس لے کر

بولی۔ "میں نے ایک آواز سنی ہے۔ اے فرعون! اس نے جو کچھ کہا، میں اس کا انکشاف نہیں کر سکتا لیکن تجھے میرا مشورہ ہے کہ اپنے محل کو لوٹ جا۔ اے فرعون اور اے ملکہ! تم دونوں کو میرا یہ مشورہ بھی ہے کہ رات کا باقی حصہ پہلو بہ پہلو بیٹ کر گزارنا۔ مجھے اُمید ہے کہ خواب میں ملکہ کو ضرور کوئی اشارہ ملے گا۔ اب جاؤ اور بالکل پریشان مت ہو کیونکہ آمین رحمدل ہے اور اپنے اُن بچوں سے محبت کرتا ہے جو اُسے فراموش نہیں کرتے۔ اس مقدس آواز کے مطابق جو مجھ سے مخاطب ہوئی۔ اے فرعون! میں تجھ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ایسی سے جان بخشی کا جو وعدہ کیا گیا ہے اسے بہر صورت وفا ہونا چاہیے۔"

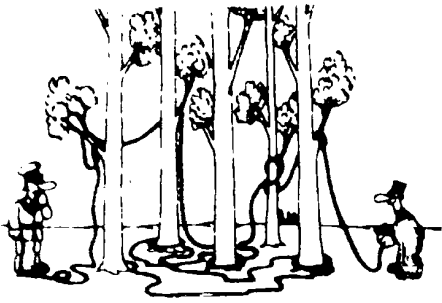
کاہن کے الفاظ سن کر دونوں مڑے اور ہاتھ میں ہاتھ دینے دو سایوں کی طرح چلتے ہوئے معبد سے باہر نکل آئے۔ اس کے کچھ دیر بعد ہی وہ ایک خفیہ دروازے کے راستے اپنے محل میں داخل ہو رہے تھے۔



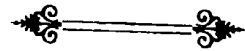
رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی کہ ملکہ آہورا نے اپنے برابر سوئے ہوئے فرعون کو اچانک تھنجوڑ کر بیدار کر دیا۔

"کیا ہوا...؟ کیا بات ہے اے آہورا...؟" فرعون نے چونک کر پوچھا۔

"آہ... اے فرعون میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اُس کا حال سن لے۔ میں نے ایک روشنی دیکھی ہے مقدس روشنی جس کی کوئی شکل نہیں تھی لیکن میں نے ایک آواز سنی جو اُس روشنی سے آ رہی تھی۔ ایک دھیمی اور شیریں آواز۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ اے ملکہ آہورا، میری بچی، میں وہ رُوح ہوں جس سے آج رات تو اور تیرا شوہر مقام مقدس پر دعا مانگتے رہے ہیں۔ تم دونوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ تمہاری دعائیں نہیں سنی گئیں حالانکہ میرا پجاری جانتا ہے کہ تم نے غلط نتیجہ اخذ کیا۔ اے ملکہ آہورا تو نے اور تیرے شوہر نے مجھ پر جو بھروسہ اور اعتماد کیا ہے وہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ تم دونوں کو بہت جلد ایک لڑکی عطا کی جائے گی جس میں میری اپنی رُوح کا جلوہ کار فرما ہوگا۔ وہ ایسے خوب صورت اور روشن چہرے کی مالک ہوگی کہ اب تک ایسی کوئی عورت دنیا میں پیدا نہیں ہوئی۔ میں اُسے صحت، طاقت اور ذہانت بخشوں گا اور بلاشبہ وہ شمالی اور جنوبی مصر پر حکومت کرے گی۔ ایک طویل عرصے تک مصر کا دوہرا تاج اس کے سر کی زینت بنے گا اور اس کی شان و شوکت ایسی ہوگی کہ اب تک آنے والا کوئی بادشاہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اگرچہ خطرات اور مصائب اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کریں گے مگر میں ہر صورت میں اُس کی مدد اور حفاظت کروں گا۔ اُسے شاہی خون رکھنے والا ایک محبوب بھی عطا ہوگا جو ہمیشہ اس کی محبت سے سرشار رہے گا اور ان دونوں کی اولاد دوسرے دراز تک مصر کے تخت پر حکومت کرے گی۔ اے ملکہ اس بچی کا نام نہر ٹوا... یعنی...



تارہ صبح رکھنا۔ اس کا مرتبہ آسمان کی بڑی کاہنہ کے برابر ہوگا۔ کیونکہ یہ وہ
بچی ہوگی جسے میں آسمانوں سے زمین پر بھیج رہا ہوں اور جو تجھے اور فرعون
کو عطا کی جا رہی ہے۔ مجھے اُس سے محبت ہے اور میں اس کی ساتھیوں
کے طور پر دیویوں کو مقرر کروں گا۔ یہاں تک کہ اوزیرس اُسے دوبار اپنے
پاس طلب نہ کر لے اور اُسے ملکہ آہورا! خبردار ہو جا کر میں تیری چھاتی پر
اپنی باتوں کے ثبوت کے طور پر کہ تو انہیں محض ایک معمولی خواب نہ سمجھ
بیٹھے... اپنا نشان چھوڑ رہا ہوں... اور یہی نشان مقدس اُس بچی کی چھاتی
پر بھی ہوگا جو بہت جلد تجھے دی جانے والی ہے۔ میسر رخصت ہونے
کے فوراً بعد اپنے شوہر کو اٹھا کر یہ باتیں بتا دینا اور اُس سے کہنا کہ انہیں
فوراً ایک تحریری دستاویز کی صورت میں محفوظ کر لیا جائے تاکہ کبھی کو
کسی وقت بھی انہیں جھٹلانے کی ہمت نہ ہو اور پھر اُسے فرعون! ملکہ نے
کچھ دیر رُک کر اپنا خواب مکمل کرتے ہوئے کہا "روشنی میں سے ایک ہاتھ
پیدا ہوا۔ اُس ہاتھ میں زندگی کا روشن اور چمک دار نشان تھا جو اس
نے میری چھاتی پر منتقل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے
میسر پورے جسم میں زبردست آگ لگ گئی ہو۔ میری آنکھ کھل گئی اور
اب دیکھ لے فرعون... کہ میری چھاتی پر وہ نشان مقدس موجود ہے"
اور ملکہ کی خوب صورت گردن سے کچھ نیچے، سینے کے اُچھا رہا
سرخ رنگ کی نشان کا نشان موجود تھا۔ فرعون کی آنکھیں چمکدار ستاروں
کی طرح روشن ہو گئیں۔ اُس نے آہورا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اس کی
پیشانی پر محبت کا مقدس بوسہ ثبت کیا اور پھر اپنے مخصوص باوقار انداز
میں تالی بجائی تاکہ غلام کو منشیوں کو بلوانے کے لیے بھیج دیا جائے جیسا
کہ دیوتا نے حکم دیا تھا۔



اور پھر دیوتا کا وعدہ پورا ہوا اور ملکہ نے ایک ایسی بچی کو جنم
دیا جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ گنگھہ یالے بال اور جھیل جیسی
گہری اور نیلی آنکھوں والی گریا جس کے سینے پر انگلی کے ناخن کے برابر ایک
تل تھا اور اس تل کی شکل ہو ہو، زندگی کے نشان کی طرح تھی۔ بچی کی پیدائش
کا خبر جیسے ہی حبیبر کی گلیوں اور بازاروں میں پہنچی، لوگوں کی خوشی کا کوئی
ٹھکانہ نہ رہا۔ اگرچہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں کسی لڑکے کے بجائے لڑکی
کے سر پر مصر کا دور تاج رکھا جانا پسند نہیں تھا۔ تاہم ان میں دوسروں کے
سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے
پرچمر دور دراز کے شہروں تک جا پہنچی اور چونکہ انہیں اس بشارت کا پہلے
سے علم تھا لہذا انہوں نے نومو لوگوں کو بلا پس و پیش دیوتاؤں کا عطیہ
تسلیم کر لیا۔

اسی دوران فرعون نے آسمان کے بڑے مندر میں ایک نیا ہال تعمیر
کرنے کا حکم دیا اور فرمان جاری کیا کہ اس کی دیواروں پر ایسی کی آمد سے لے

کہ دیوتا کے وعدے اور بچی کی ولادت تک کی ساری کہانی واضح طور پر
کندہ کر دی جائے۔ یہ نیا ہال آہورا اور اُس کی بیٹی کے لیے تعمیر کر دیا جا رہا
تھا لیکن بد قسمتی سے آہورا اس شاندار مقام پر منتقل ہونے تک زندہ نہ رہ
سکی۔ شہزادی کی پیدائش کے بعد اُس کی صحت خراب رہنے لگی تھی۔ چنانچہ
ولادت کے چودھویں روز اس نے زس کو بچی کے لانے کا حکم دیا۔ جب وہ
آگئی تو اُسے دیر تک دیکھتی اور پیار کرتی رہی۔ ملکہ نے بیٹی کو بہت سسی
دیا۔ میں دیں اور اس کے "کا" یا ہم زاد سے جو اُسے اپنے بازوؤں میں
نچھی شہزادی کے برابر نظر آ رہا تھا باتیں کرتی رہی کہ وہ اس کے بعد تارہ
صبح یا نیئر نوآ کی پوری پوری دیکھ بھال اور حفاظت کرتا رہے اور پیدائش
کی منزل سے موت کے مرحلے تک اُسے ہر خطرے اور مصیبت سے
دُور رکھے۔ پھر اُسے ایسا لگا جیسے آسمان اُس سے اس حسین اور انمول تحفے
کی قیمت طلب کر رہا ہو جو اُس نے ملکہ آہورا کو دیا تھا۔ آہورا نے اپنے
شوہر کو اپنے پاس بلایا۔ اُسے دیکھ کر مسکائی اور پھر فرعون کو تنہا چھوڑ کر
موت کی تاریک وادیوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی خوشی غم
سے بدل گئی اور پورا مصر اپنی ملکہ کا سوگ منانے میں مصروف ہو گیا۔ ملکہ کی
آخر کار آہورا کے حسین اور پریشان جسم کو نیل کے دوسری طرف لٹکاؤں کی
اس وادی میں دفن کر دیا گیا۔ جہاں اس کا خوب صورت اور شاندار مقبرہ پہلے ہی
تعمیر ہو چکا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ معصوم شہزادی سات برس کی ہو گئی
اور اُسے آسمان کے راہبوں کے پاس بھیج دیا گیا تاکہ وہ صحیح تعلیم و تربیت
حاصل کر سکے۔

اب جس دن شہزادی پیدا ہوئی اُسی روز ایک اور بچے کی پیدائش
عمل میں آئی۔ یہ بچہ آسمان کے معبد کے محافظوں کے کپتان مریمز کا تھا جس کی
بیوی ایک ماہر فن سحرہ اور اس کی اپنی سوتیلی بہن آسٹی تھی۔ مریمز
کے بارے میں یہ بات سب جانتے تھے کہ اس کا تعلق اس خاندان سے
تھا جس کے لوگ بہت پہلے فرعون کی حیثیت سے مصر کے تخت پر رونق
افروز ہو چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کچھ لوگوں نے مریمز کے خلاف
بادشاہ کے کان میں کہہ کر صبر لے کی کوشش کی تھی کہ وہ قدیم شاہی نسل سے
ہونے کی وجہ سے اس کے تخت و تاج کے لیے کسی بھی لمحے خطرہ بن سکتا

ہے... لیکن فرعون نے جو ایک شریف النفس بادشاہ تھا اور جسے قتل و خون سے شدید نفرت تھی مریمز کو ہلاک کر دینے کے بجائے اس سے اس بارے میں گفتگو کرنا مناسب سمجھا تھا اور پھر مریمز کی واضح یقین دہانی کے بعد، اُس کے خلاف ذہن میں پیدا ہونے والے سارے اندیشوں کو یکسر جھٹک دیا تھا۔ آخر میں اس نے انتہائی نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا تھا: "مریمز! میں جانتا ہوں کہ تو ایک شریف، فرض شناس اور ذمہ دار آدمی ہے اور یہ کہ تیری رگوں میں وہی خون گردش کر رہا ہے جو میرے جسم میں موجزن ہے۔ اب یہ دیوتاؤں کا فیصلہ تھا کہ ہم میں سے کوئی ایک ترقی اور عظمت کی آخری بلندیوں تک پہنچ جائے اور دوسرے کو قمت اس کے اصل مقام سے بہت دور لے گئی۔ مجھے یقین ہے کہ تو میرے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں کرے گا۔ چنانچہ میں تجھے بھی یقین دلاتا ہوں کہ میری ذات سے تجھے اور تیری بہن اور بیوی کو جو بہت بڑی سارہ ہے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے برعکس تو میرا دوست اور مشیر خاص رہے گا۔ اور میری فہر بنائیاں ہمیشہ تیرے شامل حال رہیں گی!"

پھر فرعون نے مریمز کو ایک بڑے عہدے کی پیش کش کی اور مریمز نے نہایت ادب کے ساتھ یہ کہہ کر اس پیش کش کو قبول کر کے انکار کر دیا کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو اس کے خلاف حد اور دشمنی مزید بڑھ جائے گی اور اس کے حاسد اُسے موت کے منہ میں پہنچائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ بات معقول تھی لہذا فرعون خاموش ہو گیا۔ البتہ اس روز مریمز کی بادشاہ کے دوست اور مشیر کی حیثیت طے ہو گئی اور فرعون اس کے مشوروں کو سننے کے لیے ہر وقت تیار رہنے لگا۔

مریمز اور اسٹی کی سچی کچھ کم دلکش اور خوب صورت نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر شہزادوں کا سا شاہی وقار تھا اور اس کی آنکھیں روشن اور سیاہ تھیں۔ انہوں نے اس کا نام رمیس رکھا اور ناز و نعم کے ساتھ اس کی پرورش کرنے لگے۔ جب فرعون کو رمیس کی پیدائش کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک شاہی فرمان کے ذریعے اسی شہزادی نیٹر ٹوآ کی آیا مقرر کر دی گئی۔ فرعون جانتا تھا کہ اسٹی کی شہزادیوں میں بہنے والا خون شاہی تھا چنانچہ اُس نے مناسب سمجھا کہ ٹوآ کی پرورش اسی دودھ سے ہو جس سے شہزادے شہزادیاں پرورش پلتے رہے تھے۔

مریمز کا مکان آمن کے مندر کی چہار دیواری کے اندر اور راہباؤ کے محل کے بالکل برابر واقع تھا۔ جلد ہی شہزادی نیٹر ٹوآ بھی اسی گھر میں منتقل کر دی گئی اور دونوں بچے ساتھ ساتھ پلنے بڑھنے لگے جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو انہیں ساتھ ساتھ بولنا اور چٹا سکھایا گیا اور جب لڑکیوں کی منزل آئی تو دونوں ساتھ ساتھ کھیلنے اور گھومنے پھرنے لگے یہی

وجہ تھی کہ عمر کے ساتھ ان کی محبت بھی بڑھتی رہی اور اس پیار میں گزرنے والے ہر دن کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا جو ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے تھا۔

رمیس ایک بہادر اور نڈر لڑکا تھا لیکن شہزادی کبھی اُسے اپنے قابو سے باہر نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ مصر کے تخت کی وارث تھی اور ایک روز اس کے سر پر دوہرا تاج رکھا جانے والا تھا بلکہ صرف اس لیے کہ کوئی نظر نہ آنے والی پراسرار طاقت اُسے مجبور کرتی رہتی تھی کہ رمیس کو آزاد نہ چھوڑا جائے۔ بعض اوقات جب اس پر خاموشی کا دورہ پڑتا تھا تو کسی کو... حتیٰ کہ اس کی آیا اسٹی اور اس کے دوست رمیس کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی کہ اُس کے قریب آئے۔ ایسے موقعوں پر وہ ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرتی تھی اور گھراور گھر سے باہر معبد کے بعید ترین گوشوں تک تنہا ماری ماری پھرتی تھی۔ اُسے عبادت گاہ میں کسی جگہ آنے جانے سے نہیں روکا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اکثر بڑی دیر تک معبد کی دیواروں کے ساتھ بنے ہوئے محبتوں اور مقام مقدس میں کھڑے ہوئے دیوتاؤں کو دیکھتی رہتی تھی۔ ایسا عام طور پر چاندنی راتوں میں ہوتا بلکہ ایک عام آدمی کو مقدس مقبروں میں داخل ہونے کا تصور ہی بدھشت زدہ کر دیا کرتا تھا۔

سات سال کی عمر میں رمیس معبد کی درس گاہ میں لگا جہاں اُسے لکھنے پڑھنے کے علاوہ دیوتاؤں کے متعلق بھی بہت سی باتیں بتائی جاتی تھیں۔ نیٹر ٹوآ کی تعلیم و تربیت کا کام راہباؤں کے سپرد تھا رمیس کی غیر موجودگی میں شہزادی اکثر تنہا رہتی تھی کیونکہ وہاں اس کا ایسا کوئی ہم عمر نہیں تھا جس کی رگوں میں اس جیسا خالص خون گردش کرتا ہو۔ رمیس کو اس کی تنہائی کا احساس تھا لیکن جب ایک روز اس نے اس کا اظہار کیا تو ٹوآ مسکرا کر بولی "نہیں اے رمیس! تیرا یہ خیال غلط ہے کہ میں تیری غیر موجودگی میں تنہا اور اُداس رہتی ہوں!"

"کیوں؟ کون کیسا ہے تمہارے ساتھ اے شہزادی۔ مجھے بتا کہ وہ کون ہے؟ میں اس سے جنگ کروں گا۔"

"تو اسے نہیں دیکھ سکتا رمیس۔ کیونکہ وہ میرا گناہ ہے۔"

"تیرا گناہ؟ اے شہزادی! میں نے دکا، کے متعلق سنا منور ہے لیکن دیکھا کبھی نہیں۔ کیسا ہوتا ہے وہ؟"

"بالکل میری طرح! تو آنے جواب دیا۔ ہم دونوں میں بس اتنا فرق ہے کہ اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ وہ میسر پاس صرف اُس وقت آتا ہے جب میں بالکل تنہا ہوتی ہوں۔ وہ اکثر مجھ سے باتیں بھی کرتا ہے۔ اگرچہ میں اُسے مشکل دیکھ پاتی ہوں۔"

مگر رمیس کسی "کا" پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس وقت ٹوآ اس سے اپنی بات منوانے میں کسی طرح کا میاہ نہ ہو سکی لیکن پھر جلد ہی

ایک ایسا واقعہ پیش آگیا کہ رئیس کو نہ چاہنے کے باوجود "کا" کے متعلق اپنے خیالات تبدیل کر دینا پڑے۔

ہوا یہ کہ رئیس ٹوٹا کی مرضی کے خلاف اور محض اپنے اصرار سے معبد کے اس حصے میں لے گیا جہاں وہ پختہ تالاب بنا ہوا تھا جس میں صدیوں سے مقدس مگرچھ کی رہائش تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مگرچھ کو ایک دیوتا کی حیثیت حاصل تھی اور معبد کا پجاری ہر روز اُس کے حضور زندہ بکریاں اور بھیریں نذر کیا کرتا تھا۔ پجاریوں کے علاوہ کسی اور کو تالاب کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ مگر ظاہر ہے رئیس کو اس کے کسی ارادے سے باز رکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس نے ایک جگہ چھپ کر پجاری کو دیوتا کے محل کے دروازے کا تالاکھولتے اور پھر بند کرتے دیکھ لیا جو تالاب کے وسط میں واقع تھا۔ اپنے خیال میں پجاری نے چابیاں اپنی جیب میں ہی رکھی تھیں مگر رئیس نے انہیں زمین پر گرتے دیکھ لیا تھا۔ پجاری کے جانے کے بعد اُس نے انہیں اُٹھایا اور اس کے کچھ دیر بعد ہی وہ اور نیز ٹوٹا دونوں تالاب کے قریب نظر آسے تھے۔ شہزادی کچھ پریشان اور خوفزدہ سی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ تالاب میں بنے ہوئے دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوں مگر رئیس مصر تھا کہ وہ مقدس مگرچھ کو دیکھے بغیر وہاں سے رخصت نہیں ہوگا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے تالاب پر پانی پینے کے لیے آنے والے پرندوں میں سے ایک کیبوتر کو بھی دیوتا کی نذر کرنے کے لیے پکڑ لیا۔ تھا۔ مجبوراً ٹوٹا کو ہتھیار ڈال دینا پڑے۔ وہ اپنے ساتھی کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر افسردگی کی پرچھائیاں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تالاب میں بنے ہوئے راستے سے گزر کر وہ دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ رئیس نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھول دیا اور وہ دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی اُن کے نفعوں سے قے آور بدبو کا ایک بھپکا نکلیا۔ جسے ٹوٹا نے محض رئیس کی وجہ سے برداشت کر لیا۔

دروازے کے دوسری طرف کا حصہ جو دیوتا کا محل کہلاتا تھا دراصل ایک مصنوعی جزیرہ تھا۔ اس جزیرے کے بعض مقامات پر بڑے اور گھنے درخت اور جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک طرف پتھر کی ایک ڈھلوان تھی جس کا سلسلہ سیاہ رنگ کے پانی تک چلا گیا تھا۔ پانی میں ایک کشتی تھی اور کشتی میں بیٹور کھے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ان کی آنکھیں مگرچھ کو تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

جب کئی منٹ گزر گئے تو رئیس نے کشتی میں بیٹھ کر مگرچھ کو تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ٹوٹا اگرچہ پریشان اور گھبراہٹ ہوئی تھی لیکن اس نے اپنی گھبراہٹ کا مظاہرہ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جب رئیس پراس کے سمجھانے بھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا تو وہ چپ چاپ اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئی۔

● شادی بہر حال کریں۔ اگر بیوی اچھی ہوئی تو آپ ایک اچھی اور خوشگوار زندگی گزاریں گے بصورت دیگر آپ ایک اچھے فلسفی کہلائیں گے۔

● آج تک کسی عورت کے منہ سے جو سب سے خوبصورت جملہ کسی مرد نے سنا ہے، وہ یہ ہے۔
"تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حماقت میں کر رہی ہوں تم نہیں۔"

جب کشتی آگے بڑھنے لگی اور مگرچھ کہیں نظر نہیں آیا تو ٹوٹا نے رئیس کو کبوتر اڑانے کا مشورہ دیا کہ اس کے پردوں کی پھر پھر اٹھٹ مٹ کر دیوتا اپنی پوشیدہ جگہ سے باہر نکل آئے گلیات رئیس کی سمجھ میں آگئی اور اُس نے فوراً ہی کبوتر کو فضا میں اُچھال دیا۔ یہ ترکیب کار آمد ثابت ہوئی اور چند لمحے بعد ہی انہیں مگرچھ نظر آگیا۔ خوشنک اور خوشخوار حضرت... اور پھر اس سے پہلے کہ انہیں خوفزدہ ہونے کے بعد راہ فرار اختیار کرنے کا موقع ملتا، دیوتا پانی میں غوطہ مار کر ان کی کشتی کے قریب پہنچ گیا۔ ٹوٹا کے حلقے سے چیخ نکل گئی۔ وہ بڑی طرح ڈری ہوئی تھی اور اپنے منہ سے کچھ مدد کے لیے آواز دے رہی تھی۔

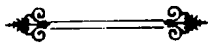
رئیس کے ہاتھ تیزی سے چپو چلانے لگے لیکن دیوتا انہیں کسی قیمت پر زندہ اور سلامت نکل جانے کی اجازت دینے کو تیار نہیں تھا۔ قریب آ کر اُس نے جیسے ہی اپنے خوشخوار جڑوں کو کھولا ٹوٹا کو ایسا لگا جیسے اب دنیا کی کوئی طاقت ان دونوں کو مگرچھ کے پیٹ میں جانے سے نہیں بچا سکے گی۔

کشتی اتنی دیر میں رئیس کی بھرتی اور مہارت سے ڈھلوان کے بالکل برابر پہنچ چکی تھی۔ مگرچھ نے بھی سمجھ لیا تھا کہ اگر اس نے ایک لمحے کی بھی سستی کا مظاہرہ کیا تو اس کا شکار صاف نکل جائے گا۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ چھلانگ لگا کر کشتی پر پہنچے، اُس کا مضبوط اور طاقت ور پنجہ کشتی کے کنارے پر پڑا اور کشتی اُٹھنے لگتی رہ گئی۔

"ٹوٹا...!" رئیس نے چیخ کر کہا "فوراً کشتی پر کود جاؤ۔"

اور اس نے اپنا چپو پانی سے نکال کر مگرچھ کی کھوپڑی پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس کے لیے شاید پہلے سے تیار تھا۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ چپو اُس کی کھوپڑی سے ٹکراتا اُس نے اپنا ہاتھ سامنے پوری طرح کھول دیا اور اسے اپنے معدے میں منتقل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی لمحے ٹوٹا نے کشتی پر چھلانگ لگا دی۔ پھر اُس نے چیخ کر رئیس سے کہا۔
"آجائیں کشتی چھوڑ دے۔"

مگر رئیس کشتی نہ چھوڑ سکا۔ کیونکہ اُسے ڈر تھا کہ اگر اُس نے ایسا



کیا تو مجھ ضرور توں کا پیچھا کر کے اُسے کھا جائے گا اور یہ بات اُسے کسی قیمت پر منظور نہیں تھی۔ یہی سبب تھا کہ اُس نے چنو کو اپنے ہاتھ کی مضبوط گرفت سے آزاد نہیں ہونے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب مگر مجھ نے اپنے جبروں سے چنو کے دو ٹکڑے کر دیئے اور انہیں پانی میں چھینک دیا تو ریس نے اُسے تو اُسے تعاقب سے روکنے کے لیے خود بھی پانی میں چھلانگ دی۔ اس کے فوراً بعد اس کے چھوٹے سے ہاتھ کا گھولنا دیوتا کی آنکھ پر پڑا تھا۔ مگر مجھ اس حملے سے تڑپ گیا۔ اس نے وحشیانہ انداز میں ریس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے گہرے پانی میں کھینچ کر لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ ریس کے ہونٹوں سے کوئی آواز نہیں نکلی لیکن تو اُسے خشکی پر سے اس کے چہرے کا کرب دیکھ لیا۔ وہ اپنی پوری قوت سے چلائی "آمن... میری مدد کر آمن!"

اور پھر جب کچھ نہ ہوا تو وہ خود بھی پانی میں گر پڑی تاکہ ریس کے ساتھ دیوتا اُسے بھی اپنی خوراک بنائے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنے جسم کے کسی حصے پر اس عنفیت کے پہنچے یا دانتوں کی گرفت محسوس کرتی تھا ایک نہ جانے کیا ہوا کہ وہ دونوں پلک جھپکنے کے عرصے میں پانی سے اچھل کر خشکی پر آ پڑے۔ صرف ایک ثانیے کے لیے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر تیزی سے اس رائے پر دوڑنے لگے جس سے گزر کر وہ دروازے کے باہر پہنچتے۔ بھاگتے ہوئے تو اُن کی نظریں ریس کے چہرے پر پڑیں جو بڑی حیرت سے اس کے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو دیکھ رہا تھا۔ انگلی زخمی تھی اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔ پتا نہیں یہ کس طرح ہوا تھا۔ شاید مگر مجھ نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی تھی یا پھر شاید خشکی پر گرنے کی وجہ سے یہ زخم آیا تھا اس کا معصوم دیکھ کسی خاص فیصلے پر نہیں پہنچ سکا اور پھر دروازے کے باہر نکلتے ہی وہ زمین پر گر کر بیہوش ہو گئی۔

ہوش آیا تو وہ مزیز کے گھر میں موجود تھی۔ اُس کی اُس پر چھکی ہوئی تھی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس لیے نہیں کہ تو اُس کو بیہوشی کے عالم میں وہاں تک لایا گیا تھا بلکہ اس لیے کہ اس کے بیٹے کی زندگی خطرے میں تھی۔ اُسے یقین تھا کہ فرعون کو جب حقیقت معلوم ہوگی تو وہ ریس کو موت سے کم کی سزا نہیں دے گا اور ہوتا بھی یہی اگر تو اُس نے اپنے باپ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہ کر دیا ہوتا۔ باپ کا سامنا ہونے پر اُس نے اُسے سمجھایا تھا کہ ریس بے قصور تھا اور یہ کہ اگر وہ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ اس وقت سے بہت پہلے مقدس مگر مجھ کی غذا بن گئی ہوتی۔ آہستہ آہستہ بادشاہ کا غصہ ختم ہو گیا اور بالآخر اُسے یہ حقیقت بھی تسلیم کر لینا پڑی کہ سچ بچا اگر وہ اس وقت موجود نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت اس کی بیٹی کو موت کے منہ میں جانے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس کے دل پر ریس کی ذہانت، وفاداری اور بہادری کا گہرا اثر پڑا۔ اس نے لڑکے کی پیشانی پر محبت کا بوسہ ثبت کیا اور اپنی تلوار اُسے انعام کے

دن امینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ نیز تو آمن کا ستارہ صبح... جوان ہو گئی۔ سارے مصر میں اس جیسی ذہین اور حسین کوئی اور عورت نہیں تھی۔ اس کا قد دراز اور جسم متناسب تھا اس کی آنکھیں سمندر کی طرح نیلی اور گہری تھیں اور اس کے دلکش اور شاداب رخسار شفق کی سرخی کی طرح گلانی اور پرکشش تھے۔ اس کے سیاہ اور گھنٹھریالے بال جب اس کے سر کی سنہری جالی سے آزاد ہوتے تھے تو اُن کی لمبائی اس کی کمر تک ہوتی تھی۔ اس نے اعلیٰ تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی اور راجاؤں اور راجہوں نے اُسے وہ سب کچھ بتایا اور سکھایا تھا جس کی اُسے زندگی میں کسی بھی مرحلے میں ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ کھیل کود سے لے کر ناچنے اور گانے تک سارے مصر میں اس کا جواب نہ تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امولہک میں بھی اُس نے مہارت حاصل کر لی تھی اور عوام پر شفقت اور مہربانی سے حکومت کرنے کے علاوہ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کا فن بھی فرعون نے اُسے اچھی طرح سکھایا تھا۔

اور پھر ایک دن بادشاہ نے جواب بوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا، مصر کے بھاری تاج کا بوجھ اُس کے سر پر رکھ دیا۔ رسم تاج پوشی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور نیز تو آمن، مصر زریں اور مصر بالاک کی ملکہ ہو گئی۔ اس موقع پر جب آداب بجالانے اور مبارک باد دینے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا اس وقت ریس شہزادی کو مبارک باد دینے آیا تو آمن کے ستارہ صبح نے اُس سے مخاطب ہو کر نہایت شیریں اور معنی خیز آوازیں کہاں "شکریہ ریس ملکہ کو اب بھی وہ سب کچھ یاد ہے جو اُس کے بچپن میں پیش آیا تھا اور دیوی اب بھی ایک عورت ہی ہے!"

اس پیغام میں جو معنی پوشیدہ تھے اُن کی اہمیت نہیں تھا جو نہیں سمجھ نہ پاتا۔ اس کی رُوح سرشار ہو گئی۔ اُس کا دل جھوم اٹھا اور جب وہ دربار سے رخصت ہوا تو اُس کے قدم جیسے زمین کے بجائے آسمان پر پڑ رہے تھے۔

رات ہو گئی۔ مگر ریس کا خیال اب بھی ملکہ کے دل و دماغ میں جا رہی تھا۔ ریس جو اُس کے بچپن کا ساتھی تھا اور جس سے اُسے بے حد شدت محبت تھی۔ وہ سوچ رہی تھی، آج اُسے طاقت اور دولت کا سب سے بڑا غمناک حاصل ہو گیا تھا لیکن اگر اس طاقت اور دولت کے باوجود وہ ریس کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تو پھر اس کا کیا فائدہ ہو گا۔ ریس کے بغیر لاکھوں پر حکومت کرنا بے کار ہی تو تھا۔ اور پھر اُس نے سوچا کہ مصر کے لوگ اُسے دیوی کے لقب سے یاد کرتے تھے اور خود اس کا بھی یہی خیال تھا کہ اگر وہ مکمل نہیں تو نصف دیوی تو ضرور تھی لیکن... لیکن پھر اُس کا دل دنیا کی دھڑکی لاکھوں لڑکیوں کی طرح کیوں دھڑک رہا تھا؟



کہ دیر بعد اُس کے ذہن نے ایک اور کرڈٹ لی۔ اب وہ اپنے اور مصر کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کیا فرعون کا تخت اُسے مستقبل کے مصائب اور مسائل سے محفوظ رکھ سکتا تھا؟ یہ سوال بے حد تکلیف دہ تھا۔ اس قدر تکلیف دہ کہ وہ بے چین ہو گئی۔ طرح طرح کے اندیشے اور تفکرات اُس کے ذہن میں زہریلے کیڑے مکوڑوں کی مانند گھلانے لگے اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس سوال کا جواب بہ صورت معلوم کر کے رہے گی مگر یہ تنہا اُس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس کام کے لیے اُسے آسن کی کاہنہ اور آسمانوں کی ترجمان آسٹی کی ضرورت تھی۔ ملکہ نے اُسے فوراً ہی بلوایا۔ وہ بہت زیادہ مضطرب اور متفکرت تھی۔

آسٹی کو آنے میں کچھ دیر ہو گئی تھی چنانچہ اُس نے سر کو خم کر کے ہایت ادب کے ساتھ کہا: ”میں دراصل مقام مقدس پر تھی اے ملکہ عالیہ یہی وجہ تھی کہ تیرے حضور کچھ دیر کے بعد پہنچ سکی ہوں“

ملکہ نے آگے بڑھ کر اس کے جھکے ہوئے سر کو سیدھا کیا۔ پھر اُس کی پیشانی کا بوسہ کر بولی: ”ان شاہی خطابات اور القابات کو سن سن کر میں تنگ آ گئی ہوں اے ماں! اس لیے بہتر ہو گا کہ اس وقت مجھے صرف تو آ کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ یوں بھی تیری زبان سے اس قسم کی باتیں مجھے ذرا اچھی نہیں لگ سکتیں۔ کیا تو وہی نہیں ہے جس کی چھاتیوں سے ملنے والا دودھ مجھے زندگی کی توانائیاں فراہم کرتا رہا ہے؟“ ایک ٹائپے کیلئے خاموش ہو کر اُس نے آسٹی کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ پھر بولی: ”اور اب، اے میری ماں! میں تجھ سے کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ آج کی تقریب کے بعد فرعون نے اپنے مشیروں کو کیوں طلب کیا تھا؟ ان میں میریز بھی تھا۔ لہذا تجھے اس کی وجہ ضرور معلوم ہوگی؟“

اور پھر جب آسٹی نے اُسے بتایا کہ مجلس مشاورت میں ملکہ کی شادی کا مسئلہ زیر غور آیا تھا تو ایک ٹائپے کے لیے اُس کے چہرے پر حیا کی سُنی دوڑ گئی لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں تشویش کے تاریک سائے اُتر آئے۔

”میری شادی؟“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ”کس کے ساتھ؟“ ”بہت سے لوگ ہیں۔ مصر کی فرمانروا سے شادی کی خواہش رکھنے والوں کی کمی تو نہیں ہو سکتی۔ اور پھر شہزادی کی خواہش پر آسٹی نے ان سارے سرداروں، جرنیلوں، بادشاہوں اور شہزادوں کے نام بتا دیے۔ جو اپنے دعوؤں کے مطابق مصر کے سابق فرعون کی اولاد میں شمار ہوتے تھے۔ آخر میں بولی: ”بس یہی نام زیر غور آئے ہیں میری بچی! کسی اور کا نام نہیں لیا گیا۔“

”بس...؟“ تو اُس کی آواز میں مایوسی تھی۔ ”ہاں... مگر کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟ تیرے ذہن میں؟“ تو اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی نگاہیں آسٹی کی نظروں سے

متصادم ہوئیں اور اُس کے ہونٹ محض پلپا کر رہ گئے مگر آسٹی جیسی ذہین اور سمجھ دار عورت کے لیے اتنا ہی بہت تھا۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی اور اس نے اپنے سر کو منفی انداز میں حرکت دے کر کہا: ”نہیں ملکہ! یہ شاید نہ ہو سکے اور اس کے کئی اسباب ہیں مثال کے طور پر چونکہ مصر کے شاہی خون سے سب سے زیادہ قربت ہم ہی کو حاصل ہے اس لیے سب سے زیادہ سازشیں بھی ہمارے ہی خلاف کی جاتی ہیں۔ فرعون کے کان ابھی تک بھرے جا رہے ہیں کہ کسی وقت خون کے رشتے اور حق سے ہم اس کے تخت پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگیں۔ اس لیے تو آ میں نہیں چاہتی کہ میرے بچے کو موت کی تار یک اور پُر ہول سرحدوں میں دھکیل دیا جائے لیکن اگر تو نے اُسے دوبار پھر ایسی نظروں سے دیکھا جیسی نظروں سے دن میں دربار میں دیکھ چکی ہے تو تجھے شاید دنیا کی کوئی طاقت موت کے مُنہ میں جانے سے نہ روک سکے۔“

”نہیں...؟“ تو اُس کی نظریں جھک گئیں۔ ”میں اُسے موت کی وادیوں میں نہیں جانے دوں گی۔ وہ زندہ رہے گا۔ ایک کامیاب اور کامران شخص کی طرح۔ ایک نہ ایک دن مجھے اس تخت پر فرعون کی حیثیت سے بیٹھنا ہے اور اُس دن... مگر اچھی طرح سن لے ماں! کہ اگر تو نے مجھے دھوکا دیا اور مجھ سے غداری کی تو میں قسم کھاتی ہوں کہ موت تیرے لیے مقدّر کر دی جائے گی۔ حالانکہ میں تجھ سے شدید محبت کرتی ہوں۔“

”میں تجھے زندگی کی آخری سانسوں تک دھوکا نہیں دوں گی، میری بچی! لیکن... لیکن اگر تجھے مجھ سے محبت ہے اور تو رئیس کو بھی زندہ دیکھنا چاہتی ہے تو اس سے پہلے کہ اُسے زہر دے دیا جائے، اس سے پہلے کہ اس پر خنجروں کے وار ہوں اور اس سے پہلے کہ کسی دن کسی نامعلوم سمت سے آنے والا تیرا اس کی زندگی کا خاتمہ کر دے، تجھے اس خیال کو

تاؤتوں کی تعداد کے برابر، اُن کی صورتیں ایک دوسرے سے مختلف تھیں مگر رنگ ایک جیسا تھا۔ سفید، مقدس اور نورانی، اس کے ذہن کی آنکھیں انہیں دیکھ سکتی تھیں۔

چند لمحے بعد اس نے بڑبڑاہٹ کی ہلکی ہلکی آوازیں سنیں۔ یہ آہی تھی جو کچھ زیرِ ب پڑھ رہی تھی۔ تو اُس کو شش کے باوجود ان آوازوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکی۔ تاہم جو کچھ پڑھا جا رہا تھا وہ بے حد ہونک اور ہیبت ناک تھا۔ نہ جانے کیوں ان آوازوں کو سُن کر اُس کے ذہن پر ایک انجانا سا خوف طاری ہونے لگا۔ وہ خود بخود قربان گاہ کے سامنے جھک گئی۔ اتنا جھکی کہ اُس کا سر پتھر کی ریت سے جا لگا۔ وہ دل ہی دل میں اُس کو پکار رہی تھی اور اس کا دل بار بار اُسے... جو سب سے عظیم دیوتا اور اس کا باپ تھا، آوازیں دے رہا تھا۔ آخر کار اُس کی منتر مکمل ہو گیا۔ اب اس کے کان دیوتاؤں کی آواز سننے کے لیے بنیاب تھے لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ غار پر سناٹا طاری تھا۔ کوئی سرگوشی کسی سمت سے نہیں اُبھری۔ آخر کار اُس کی سیدھی ہو گئی۔ اس نے اپنی عکس ہوئی اور مضمحل آواز میں تو اُس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ”آؤ، ہمیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے۔ وہ روعیں ہمیں برابر گھور رہی ہیں جن کا چین اور سکون ہم نے آج رات بڑی طرح تباہ کر دیا ہے۔ دیوتا نے اپنے کان ہماری طرف سے بند کر دیئے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ روعیں ہم پر غضب ناک ہوں، ہمیں یہاں سے چلا ہی جانا چاہیے۔“

تو اُس مایوسانہ انداز میں سیدھی ہو گئی لیکن پھر اگلے ہی لمحے اُسے دوبار گھٹنوں کے بل جھک جانا پڑا۔ کیونکہ بس اچانک ہی اُسے روانے کے قریب ایک سایہ نظر آیا تھا۔ ایک روشن سایہ جو تاریکی پر سوار تھا۔ چند لمحے گزر گئے اور تب وہ سایہ ایک شکل اختیار کرنے لگا۔ اس کے نقوش واضح ہوتے چلے گئے اور تو اُس نے دیکھا کہ وہ ایک عورت تھی۔ شاہی لباس میں ملبوس... جس کے سیدھے ہاتھ میں شاہی عصا موجود تھا چند ثانیے بعد سایہ آگے بڑھنے لگا۔ تو اُس کے لیے وہ چہرہ بالکل نیا تھا مگر اُس کی اُسے پہچانتی تھی۔ وہ جھکتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی پیشانی نے فرش کی ریت کو چھو لیا۔

ان کے سامنے پہنچ کر سایہ رک گیا۔ اس کی نظریں تو اُس پر مرکوز تھیں اور پھر اس نے اس کی آواز سنی۔ ”اے ملکہ مصر اور اے آسمان کی بیٹی! کیا تو اس کی رُوح سے خوف زدہ ہے جس نے تجھے جہنم دیا تھا۔ آخر تجھے دیوتاؤں کے باپ، آسمان کو بلانے کی جرأت کیونکر ہوئی...؟“ اور وہ روشن سایہ اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”اور تو، جو جادو کرنی اور ساحر ہے... کیا تو بھی خوف زدہ ہے؟ تو جو آسمان کو چیخ و جھجھک مکار رہی تھی کہ وہ آسمانوں سے اتر کر تیری باتوں کا سنا دے۔“

اپنے ذہن کے تاریک ترین گوشوں میں دفن کر دینا چاہیے۔“
”نہیں... مادرِ مہربان... اگر کسی نے ایسی کوئی اجرات کی تو اس سے اور اُس کے خاندان سے ایسا ہونک انتقام لیا جائے گا جس کے بالے میں آج تک کسی نے کچھ نہیں سنا۔“

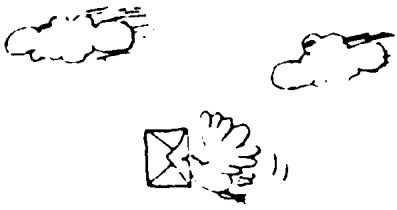
”مگر جب دل خالی ہو اور جانے والا زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو چکا ہو تو پھر انتقام کا کیا فائدہ میری بچی؟“

تو اُس نے ایک ثانیے کے لیے کچھ سوچا، پھر بولی۔ ”میں آسمان کی بیٹی اور اُس کا ستارہ صبح ہوں اور وہ یقیناً مجھ سے محبت کرتا ہے۔ وہ میری مدد بھی ضرور کرے گا۔ چنانچہ لے آؤ جس کے متعلق دنیا کہتی ہے کہ خفیہ علوم کی ماہر ہے اور جس کے ہونٹ دیوتاؤں کے کانوں میں سرگوشیاں کرنا اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں تجھے تیری ملکہ کی حیثیت سے علم دیتی ہوں کہ مجھے میرے باپ آسمان کے پاس لے چل کیونکہ مجھے اُس سے بہت کچھ کہنا ہے اور بہت سی باتیں کرنا ہیں۔“

”آہ! یہ تو نے کیا کہا، تو اُس میری بچی! کیا تجھے بالکل خوف محسوس نہیں ہوتا کیا تو نہیں جانتی کہ آسمان سب سے بڑا دیوتا ہے سب سے عظیم اور سب سے طاقت ور... اور یہ کہ اُسے اس طرح طلب کرنا اس کی توہین ہے۔“

ایک سیٹی اپنے باپ سے خوفزدہ نہیں ہو سکتی۔ باپ کو بیٹی کی خاطر آنا ہی ہو گا۔ تو اُس کا اہجنا قابلِ تخریب چٹانوں کی طرح مضبوط اور غیر متزلزل تھا۔ اُس کی انہائی کوشش کے باوجود اُسے اپنا ارادہ بدلنے پر آمادہ نہیں کر سکی۔ کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں ملکہ کی خواب گاہ سے بے پاؤں باہر نکل رہی تھیں۔

مختلف خفیہ راستوں سے گزرتی ہوئی وہ ایک ایسے پوشیدہ مقام پر پہنچ گئیں جو تو اُس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی اُسے بتایا کہ وہ جگہ آسمان کی سب سے بڑی کاہناؤں کا مدفن تھی اور یہ کہ وہاں پچھلے تیس برس سے انسان نے قدم نہیں رکھا تھا۔ یہ ایک خفیہ غار تھا جس کے دونوں طرف کی دیواروں پر دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ فرش پر جگہ جگہ بڑے بڑے قیمتی اور بھاری تابوت رکھے تھے۔ اور ہر تابوت کے پیچھے اس کا ہنر کا عسیرہ رکھا تھا جو اس میں موجود تھی غار کے آخری حصے میں سیاہ پتھر سے بنی ہوئی ایک قربان گاہ تھی۔ قربان گاہ کے سامنے پہنچ کر اُس کی روشن لمپ کو ایک طرف رکھ دیا اور پھر گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ تو اُس اپنی جگہ پر کھڑی بڑی خاموشی سے تاریکی میں آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے گزر گئے اور پھر اُسے ایسا لگا جیسے ایک اور روشن سایہ اُس کی بارہ پہنچ کر قربان گاہ کے سامنے جھک گیا ہو اور پھر ان کی تعداد گھٹنے لگی۔ تو اُنہیں دیکھ نہیں سکتی تھی کہ وہ تاؤتوں میں سونے والیوں کے اکا ہیں۔ وہ ان کی موجودگی کو محسوس کر کے انہیں گن سکتی تھی۔ وہ کل بتیں تھے۔ مقررے میں رکھے ہوئے



کچھ اور مت پوچھ۔ محبت ایک ایسا تیر ہے جو کبھی نشانے سے ہٹ نہیں لگتا۔ ایک ایسی آگ ہے جسے نہ ہوا سرد کر سکتی ہے اور نہ پانی! لہذا محبت کرتی رہ کہ تیری محبت ناکام نہیں ہوگی۔ اگرچہ لے میری بیٹی! مصائب اور مسال تیرا انتظار کر رہے ہیں ۝

”نہیں... نہیں... اے لافانی روح اور دیوتاؤں کی قاصد! مجھے بتا کہ جب مصیبتیں میرا مقدر ہو جائیں گی اور جب غم و الم کا سمندر مجھے چاروں طرف سے گھیرے گا، میں بالکل تنہا رہ جاؤں گی تو اس آئے وقت میں کس کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گی؟“

”مت بھول اُسے جو تجھ سے زیادہ مضبوط اور تیرے اندر موجود ہے۔ وہ جو تجھے پیدائش کے وقت دیا گیا تھا۔ اے تارہ آسمان! آسمانی اُسے بلا سکتی ہے اور مدد دے سکتی ہے اور اب اے آسمانی! اس سے پہلے کہ میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں، مجھے تجھ سے بھی کچھ کہنا ہے“

آسمانی چند قدم آگے بڑھ آئی اور ٹوٹنے دیکھا کہ ملکہ آہورا اُس کے کان میں کسی طرح کی سرگوشیاں کر رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ ٹوٹنے کی طرف پھیلایا جیسے اُسے دُعا میں دے رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی اُس کا وجود اُس کی نگاہوں سے رُوپوش ہو گیا۔

والپی میں آسمانی نے ٹوٹے کہا: ”تو جو کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی وہ معلوم ہو چکا ہے لیکن ہم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور مٹا دینا نتیجہ بہر حال ضرور ظاہر ہوگا اور ہمیں جھگٹنا پڑے گا۔ مجھے مصر پر تاریکیاں مسلط ہوتی نظر آ رہی ہیں، اے ملکہ!“



اس کے بعد مصر میں پورے ایک ماہ تک اس طرح کی تقریبات منعقد ہوتی رہیں جن کا مقصد ٹوٹے کو نئے نئے ”امیدواروں“ سے متعارف کرانا تھا۔ شہزادی بے حد ذہین تھی چنانچہ وہ بڑی خوش اسلوبی سے ان سب کو ایک ایک کر کے مترد کرتی رہی۔ آخر کار صرف ایک امیدوار میدان میں باقی رہ گیا۔ یہ امیدوار کیش کا شہزادہ تھا اور فرعون

”ہاں، اے ملکہ آہورا! آسمانی نے رزقی ہوئی آوازیں جواب دیا۔“ یہ میں ہی تھی... اور اب بھی میں چاہتی ہوں کہ...“

”چپ ہو جا۔ تیرا گناہ بہت بڑا ہے اور تجھ سے بھی زیادہ بڑا اور سنگین گناہ اس کا ہے جو تیرے برابر کھڑی ہے۔ اگر آسمان تمہاری پکار پر یہاں آجائے تو تم دونوں اس کے نور کی تاب کس طرح لاسکتی تھیں! نہیں اے بیوقوف عورت! اگر دیوتا یہاں چلا آتا تو تم دونوں جل کر راکھ ہو چکی ہوتیں۔ مگر وہ رحمدل ہے چنانچہ اُس نے مجھے اپنی جگہ اپنے قاصد کا حیثیت سے یہاں بھیجا ہے تاکہ تم کل صبح کا سورج دیکھنے کے لیے زندہ رہ سکو“

”کاش! آسمان ہمیں معاف کر دے“ تو اُسے رزقی ہوئی آواز میں کہا: ”مگر یہ صرف میرا جرم ہے اے مادر مہربان! کیونکہ میں نے ہی آسمانی کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ چنانچہ اس کی سزا بھی صرف مجھ ہی کو ملنا چاہیئے۔ دراصل میں فکروں اور اندیشوں سے مجبور ہو کر یہاں آئی ہوں۔ اپنے اور ایک اور کے مستقبل نے مجھے پریشان اور خوفزدہ کر رکھا ہے۔ میں آنے والی کل کے متعلق جاننا چاہتی ہوں“

”کیوں اے ملکہ نیئر ٹوٹے؟ تم مستقبل کو کیوں جاننا چاہتی ہو جبکہ اے فانی انسانوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مستقبل کے سارے غم اور سارے مصائب انسان پر آشکار ہو جائیں تو پھر کون ہے جو زندہ رہنا پسند کرے گا؟“

”اس کا مطلب ہے کہ غم و الم میرا انتظار کر رہے ہیں۔“ اس حقیقت سے انکار کس طرح ممکن ہے؟ روشنی اور تاریکی دن کے لیے ناگزیر ہیں اور خوشی اور غم کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا“

”میں اپنی باتوں کے جواب معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ میں جو آسمان کی بیٹی ہوں، مجھے بتا کہ کیا مجھے اپنی محبت مل جائے گی... یا مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط کیا جائے گا جس سے مجھے شدید نفرت ہوگی؟“

”دیوتا پر بھروسہ کر، کیا تجھے اس کے الفاظ یاد نہیں جو اس نے تیرے متعلق کہے تھے اور جنہیں لکھا جا چکا ہے؟ اُن کا مطالعہ کر اور

سے ننھی شہزادی کو بچا یا تھا۔ فضا میں ایک زور دار چھانکے کی آواز بلند ہوئی اور وہ دونوں ہال کے وسط میں اُچھل اُچھل کر ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

حاضرین پر سناٹا طاری تھا۔ یہ صورت حال ان کے لیے موفیہ غیر متوقع تھی اور انہوں نے اس کے بارے میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ ان کی حیران اور خوفزدہ نگاہیں فرعون پر مرکوز تھیں۔ بوڑھا اور کمزور بادشاہ جو پتھر کے کسی مجسمے کی طرح اپنے تخت پر بیٹھا پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس کے ہونٹوں نے کئی بار کچھ کہنے کی کوشش کی مگر ان سے کوئی آواز نہ نکلی۔ حیرت اور خوف نے اپنی تمام تر شدت کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا تھا۔ اور پھر یہ کیفیت اس کے ذہن پر پوری طرح غالب آ گئی۔ وہ کسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں جیسے سو گیا ہو۔ لوگوں نے ہدایت طلب نظروں سے ملک کی طرف دیکھا لیکن وہ بھی اپنی جگہ بالکل خاموش تھی۔ اس کے ہونٹ نیم وا تھے اور آنکھیں ریس اور ایٹھل پر مرکوز تھیں۔

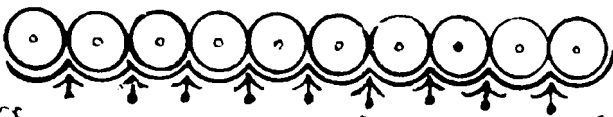
ریس پر دیوانگی طاری تھی اور وہ قطعی طور پر بھول چکا تھا کہ اس کا حریف شاہی مہمان تھا اور ایک ملک کا شاہزادہ... اور یہ بات بھی اس کے ذہن سے نکل گئی تھی کہ اگر اس نے شہزادے کو زیر کر لیا تو بھی اس سے مقابلہ کرنے کے جرم میں دنیا کی کوئی طاقت اسے موت کے منہ میں جانے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اس کا جرم سنگین اور ناقابل معافی تھا اور اس جرم کی سزا اسے بہر صورت بھگتنا تھی لیکن اس وقت اس کا ذہن دنیا کے ہر خطرے سے آزاد تھا۔ اس کا چہرہ اغیظ و غضب کی جھٹیلتی تپ کر سرخ ہو رہا تھا۔ رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ تھی اور آنکھیں انگاروں کی طرح دکھ رہی تھیں۔ ایٹھل ایک طاقتور اور تجربہ کار جنگجو شخص تھا۔ پھر ریس کی تلوار بھی اس کی تلوار کے مقابلے میں مٹی اور چھوٹی تھی۔ چنانچہ اس کے لیے اپنے حریف کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے جسم پر کئی جگہ زخم آچکے تھے اور ان سے خون

بہہ رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے جو اس کی یہ حالت دیکھی تو ایک سپاہی چیخ چیخ کر اپنے کپتان کو جوش دلانے لگا اور اس کے ساتھ ہی ریس جیسے اچانک بیدار ہو گیا ہو۔ اس نے بجلی کی طرح تڑپ کر پوری قوت سے دشمن پر بھر پور وار کیا اور اگرچہ ایٹھل اپنے لباس کے نیچے زہر پہنے ہوئے تھا مگر ریس کے حملے اپنے اندر وحشتانہ پن لیے ہوئے تھے۔ چنانچہ جلد ہی لوگوں نے فرش پر ایٹھل کا خون بہتا ہوا دیکھ لیا۔ ریس کی تلوار بجلی کی طرح بلند ہوئی تھی اور دشمن کے کندھے کو کاٹتی ہوئی اس کے سینے تک اُتر گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے۔ صرف ایک لمحے کے لیے اس نے سنبھلنے کی کوشش کی پھر ہر اتار اتار فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اور اس کے میسر اس سے بخوبی واقف تھے۔ اس کا نام ایٹھل تھا اور اس کے باپ کی حکومت جنوب کے ایک ملک نیپاٹا پر تھی جو دراصل دریائے نیل کا ایک وسیع و عریض جزیرہ تھا۔ یہ بات دور دور تک مشہور تھی کہ نیپاٹا مصر کے بعد سب سے زیادہ مالدار سرزمین تھی۔ کیونکہ وہاں سونا اس قدر بھاری مقدار میں پایا جاتا تھا کہ وہاں کے لوگ اسے تانبے کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں جوہر کی کانیں بھی تھیں اور وہاں کی مٹی زرخیز تھی۔ اس کے علاوہ اب سے بہت عرصہ پہلے نیپاٹا کے حکمران مصر کے تخت و تاج پر بھی فراغ نہ کی حیثیت سے حکومت کر چکے تھے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تھا جب تک مصر کے کاہنوں نے طاقت حاصل کر کے ان کی حکومت کا تختہ نہیں الٹ دیا تھا۔ ریس، تو اس کا محبوب ان ہی حکمرانوں کی یادگار تھا۔ لیکن اگرچہ مصریوں نے انہیں اپنی سرزمین سے مار بھاگایا تھا تاہم ان کی نظریں اس کے باوجود مسلسل نیپاٹا پر لگی رہی تھیں جسے انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کھو دیا تھا اور اب وہ سوچ رہے تھے کہ اگر تو اس نے پرنس آف کیش سے شادی کر لی تو وہ خزانہ انہیں دوبار بڑی آسانی سے مل جائے گا۔ چنانچہ ان دنوں اسی لیے اس کا قیام مختصر میں تھا اور لوگ دل سے چاہتے تھے کہ ملکہ اسے اپنے شوہر کی حیثیت سے قبول کر لے۔

مگر قسمت کوئی اور ہی منصوبہ تیار کر چکی تھی چنانچہ اس منیافت کی رات کو جو فرعون اور نیپٹو آ کی طرف سے ایٹھل کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ ریس شراب کی صراحی بے اس کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ ایٹھل نے اسی وقت آگے کی طرف جھک کر اپنی کسی پیچھے کھٹائی اور اس کا پاؤں بے چارے ریس کی ٹانگ سے لگ گیا۔ پھر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ریس اُلجھ کر نیچے گر جاتا مگر وہ سنبھل گیا البتہ یہ ضرور ہوا کہ صراحی کی کچھ شراب چھٹک کر ایٹھل کے کپڑوں پر گر گئی۔ بات معمولی سی ہی تھی لیکن ایٹھل بڑی طرح مشتعل ہو گیا۔ اس کا سیاہ چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں خون آلود نظر آنے لگیں۔

”کتے کے بچے! ذلیل غلام!“ اس نے چیخ کر کہا۔ ”تیری یہ مجال کہ...“ اور اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پیالہ پوری قوت سے ریس کے چہرے پر کینچ مارا۔ اس کے ساتھ ہی اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور ایک جھینے کے ساتھ تلوار نیام سے باہر نکال لی۔ ریس تیزی سے پیچھے ہٹ گیا موت اس کی شہ رگ کے قریب آ پہنچی تھی اور اس سے بچنے کا اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں تھا کہ وہ ایٹھل کے خلاف جو موت کے فرشتے کی طرح سفاک اور غضب ناک نظر آ رہا تھا اپنی دفاعی قوت کو بروئے کار لے سکتا۔ چنانچہ اگلے ہی لمحے اس کی تلوار بھی باہر نکل آئی۔ وہی تلوار جو فرعون نے اس وقت اسے دی تھی جب اس نے اپنی جان پر کھیل کر خونخوار لڑچک



الصفات

بصرے کے قاضی کی عدالت میں ایک سوداگر اور ایک سائیس کے درمیان زمین کا مفرد چل رہا تھا خلیفہ منصور نے قاضی کو لکھا کہ فیصلہ سائیس کے حق میں دینا۔ قاضی نے جواب میں لکھا کہ مجھے جو گواہیاں ملی ہیں وہ سوداگر کی تائید میں ہیں۔ میں گواہیوں کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا۔ الصفات کا تقاضہ یہی ہے۔ یہ جواب منصور کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ ”واللہ میں نے زمین عدل سے بھری ہے۔“



اور اس کے محافظ مصر کے بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے گئے ہیں اور ڈر ہے کہ طول و عرض میں اس حادثے کو ایک منظم سازش کا نتیجہ اور غداری قرار دیا جائے گا۔ حالانکہ میری طرح تم سب بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ موجودہ حادثے کے پیچھے کسی طرح کی کوئی سازش کا فرما نہیں۔ تم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عظیم ملک کے عظیم شہزادے نے بہت زیادہ شراب پی لی تھی اور اسے اپنے دل و دماغ پر ذرا سا بھی اختیار نہیں رہا تھا۔ یہی نشہ تھا جس کا شکار ہو کر اُس نے مصر کے ایک معزز شخص اور فرعون کے افسر پر حملہ کیا۔ اسے گالیاں دیں، ذلیل کیا اور قتل کرنے کی کوشش کی۔ کیا میرا کہنا غلط ہے؟ کیا تم سب نے یہ ساری باتیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں؟“

”بشک اے ملک!“ سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ ”ہم نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔“

”تو پھر یہ طے ہے کہ اس افسر نے... اُس نے رکیں کی طرف اشارہ کیا۔“ اپنے آپ کو بے عزتی سے بچانے اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے پرنس آف کنیش سے جنگ کی اور چونکہ یہ اس سے زیادہ ماہر جنگ باز تھا اس لیے اُسے قتل کر دیا۔ کیا میں صحیح کہہ رہی ہوں؟“

”ہاں اے ملک... رئیس اور شاہی محافظ، اس حادثے کے لیے کچھ زیادہ قصور وار نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔“

”تو اب ہماری پریشانی اور تکلیف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ فرعون، دیوتاؤں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اس وقت سو رہا ہے اور نہیں کہہ سکتی کہ اس ذہنی جھٹکے کے بعد وہ زندہ بھی رہے گا یا مر جائے گا۔ چنانچہ ایسی صورت میں میرا فرض ہے کہ میں مصر کی ملکہ ہونے کی حیثیت سے خود اس سلسلے میں کچھ کروں کیونکہ معاملہ بے حد اہم ہے اور اسے سی قیمت پر نہیں ٹالا جاسکتا۔ اب کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں

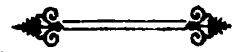
چند ثانیوں کے لیے جیسے وہاں موجود افراد کو سانپ نے سونگ لیا ہو۔ پھر ہاں میں دھاڑ کی خوفناک آواز بلند ہوئی اور ایتھل کے سپاہی اپنے شہزادے کی موت کا انتقام لینے کے لیے پاگلوں کی طرح ریس کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ فرعون کے سپاہی خاموش ٹانٹائیوں کی طرح کھڑے رہتے۔ لہذا وہ بھی آگے بڑھے۔ ہاں میں ایک باقاعدہ بھیانک اور خوفناک جنگ شروع ہو گئی اور اس وقت تک جاری رہی جب تک ایتھل کی طرح اس کے سپاہی بھی موت کی تاریک وادیوں میں نہ دھکیل دیئے گئے۔ صرف تین آدمی زندہ بچے تھے اور وہ بھی نہ بچتے اگر انہوں نے ہتھیار پھینک کر رحم کی بھیک نہ طلب کی ہوتی۔ یہ پہلا موقع تھا جب ریس کو احساس ہوا کہ وہ جنوں میں مبتلا ہو کر کیا کر گزرا تھا۔ اپنی خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کو پکڑے اور سر کو جھکائے وہ فرعون کے تخت کے سامنے پہنچ کر جھک گیا۔ میں نے اپنی اور مصر کی توہین کا بدلہ لے لیا ہے۔ اے فرعون! اب حکم دے کہ مجھے قتل کر دیا جائے۔“

مگر فرعون نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھیں بستور بند رہیں۔ ریس نیڑے تو آئی طرف مڑ گیا۔ ”فرعون سو رہا ہے لے ملک۔ اب عصا تیرے ہاتھ میں ہے۔ حکم دے کہ مجھے قتل کر دیا جائے۔“ اور تو اس جواب تک، پتھر کے محسنے کی طرح بے حس و حرکت نظر آ رہی تھی ان الفاظ کو سن کر دوبار زندگی کی طرف لوٹ آئی۔ خطرہ گزر چکا تھا اور اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اس سیاہ اور کھردرے چہرے والے شہزادے سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی جس کا نام ایتھل تھا لیکن اس کے باوجود کہ ایک خطہ ختم ہو چکا تھا دوسری مصیبت اپنا بھار سامنے کھولے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ایتھل ایک مضبوط اور طاقتور ملک کا دیوبند تھا اور اس کی موت مصر کے لیے دشواریاں اور مسائل پیدا کر سکتی تھی۔ وہ مصر کی ملکہ سے شادی کرنے آیا تھا۔ مصر کا بھان تھا اور مصر کے بادشاہ کے سامنے اور اس کی موجودگی میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی موت مصر کے لیے ایک ہوناک جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی تھی۔ اس سے پہلے ان سب کا خاتمہ بھی یقینی تھا جو شہزادے کے خلاف اس جنگ میں شریک ہونے تھے اور یہ بات ریس بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

چند لمحے گزر گئے اور چند لمحوں میں تو اس نے نئی مصیبت سے نجات پانے کا پورا منصوبہ ترتیب دے چکی تھی۔ ایک طویل سانس لے کر اس نے حکم دیا کہ سارے دروازے بند کر دیئے جائیں اور نہ کسی کو اندر سے باہر اور نہ باہر سے اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے بعد اُس نے شاہی میشر طلب کیے اور وہاں موجود معالجوں کو ہدایت کی کہ وہ زخموں اور فرعون کی دیکھ بھال کریں جو اچانک بیمار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر بولی۔ ”میرے سردار و اور عوام! دیوتاؤں نے اپنے اس مقصد کے حصول کی خاطر جسے وہ خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں ہمیں ایک تکلیف دہ اور صبر آزما صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ مصر کا بھان

اس معاملے میں وہی قدم اٹھاؤں جو دیوتا مجھ سے اٹھوانا چاہتے ہیں؟
 ”بیشک اے ملک“ ایک وزیر نے اپنی اور اپنے ساتھیوں
 کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ”ہم یہی چاہتے ہیں“

”بہت اچھا... تو سنو کہ میں نے رئیس اور اس کے سپاہیوں کی
 موت کا ناقابل تخیل فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ خواہ سبب کچھ بھی رہا ہو۔ بہر حال
 یہ لوگ مجرم ہیں اور مجرموں کو ہر صورت میں سزا ملنا چاہیئے لیکن اس سے
 پہلے کہ میں تم سب کے سامنے اپنے اس فیصلے کا اعلان کرتی ایک نیا
 خیال بھی ابھی میسر ذہن میں پیدا ہوا ہے۔ اگر ہم ان لوگوں کو قتل کر دیں
 تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ پہلے تو ہم نے شاہی مہمان کو قتل کرنے کی سازش
 کی اور جب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو اپنے جرم کا ثبوت ختم
 کرنے کے لیے رئیس اور اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا تاکہ ہماری سازش
 کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں بے نقاب نہ ہو سکے۔ کیا ایسا نہیں ہو گا اور
 کیا شاہی مہمان کی موت کی ذمہ داری مصر کے فرعون پر عائد کی جائے گی؟
 ایسا ضرور کہا جائے گا اور دنیا اس پر یقین بھی کرے گی۔ ہم مصری، دوسری
 قوموں کی نظروں سے ہمیشہ کے لیے گرجائیں گے اور ہمیں سازشی اور دھوکا باز
 قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ کیا خیال ہے اگر اس مشکل اور تکلیف دہ مسئلے کو
 ایک دوسرے طریقے سے حل کر لیا جائے۔ سنو! میں چاہتی ہوں کہ رئیس
 اور اس کے ساتھی جزیرہ نیپاٹا پہنچ کر اپنے جرم کی مکمل داستان وہاں کے
 عظیم بادشاہ کے روبرو بیان کر دیں۔ اس کے بعد ہمیں فیصلہ بھی بادشاہ
 پر ہی چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کے ساتھ جیسا سلوک
 چاہے کرے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ بادشاہ کو ایک تحریری
 پیغام بھی بھیجا جائے۔ پیغام تعزیت اور اس میں درخواست کی جائے کہ
 اگر وہ مناسب سمجھے تو مجرموں کو مناسب سزا کے لیے ہمارے پاس واپس
 آنے کی اجازت دے دے۔ کیا یہ ایک اچھی تجویز نہیں ہے؟“
 اور ہال میں موجود مشیروں، وزیروں اور کامیوں نے ہلا پس و پیش
 اپنی ملکہ کے اس فیصلے کی توثیق کر دی۔



اسی رات تو آدھ شب کو جب وہ میں گئی اور وہاں شاہی
 معاملوں نے اُسے بتایا کہ فرعون کی حالت خطرے سے باہر ہے اور اس کا پرچ
 جانا یقینی نظر آ رہا ہے۔ تاہم وہ ابھی بات چیت کے قابل نہیں ہوا تھا۔ وہ
 ملک کو پہنچنے سے بھی قاصر رہا۔ وہ کسی کو بھی نہیں پہچان رہا تھا اور طبیعوں
 کا خیال تھا کہ اس کی یہ حالت ذہن کو بگنے والے جھٹکے کی وجہ سے تھی اس
 کے باوجود وہ اس کی زندگی کی طرف سے مطمئن تھے۔

آسمانی اس دوران سائے کی طرح ٹوٹ کے ساتھ لگی رہی تھی۔ فرعون
 کے کمرے سے واپس آنے کے بعد اس نے پوچھا ”کیا اب مصری زیریں اور
 مصر بالا کی ملکہ آرام فرمائے گی؟“

”ابھی نہیں“ ملکہ نے جواب دیا ”فرعون کی بیماری سے میری دہراہیں

میں شدید اضافہ ہو گیا ہے۔ اپنے شوہر، مریمز کو بلاؤ“

کچھ دیر بعد مریمز حاضر ہوا اور نوائے اسے محبت سے دیکھتے
 ہوئے زم بچے میں کہا ”پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے بتایا
 گیا ہے کہ فرعون کا سایہ ابھی ہمارے سر پر برقرار رہے گا۔ رہائیس تو
 ملک کی حیثیت سے میں اس کی جرأت اور بہادری کو پسند کرتی ہوں۔
 عزت جان سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے چنانچہ اگر اس نے اس موٹے شہزائے
 کے قدموں میں پر کر اپنی زندگی کی بھیک مانگی ہوتی تو یہ نہ صرف اس کی بلکہ
 مصر کی بھی توہین ہوتی اور ایسی صورت میں شاید اُسے کسی قیمت پر معاف نہ
 کیا جاتا لیکن تیرے بیٹے نے مصر کی عزت کو برقرار رکھا ہے ہذا میں نے اُس
 کی زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس سے تم اچھی
 طرح واقف اور باخبر ہو“

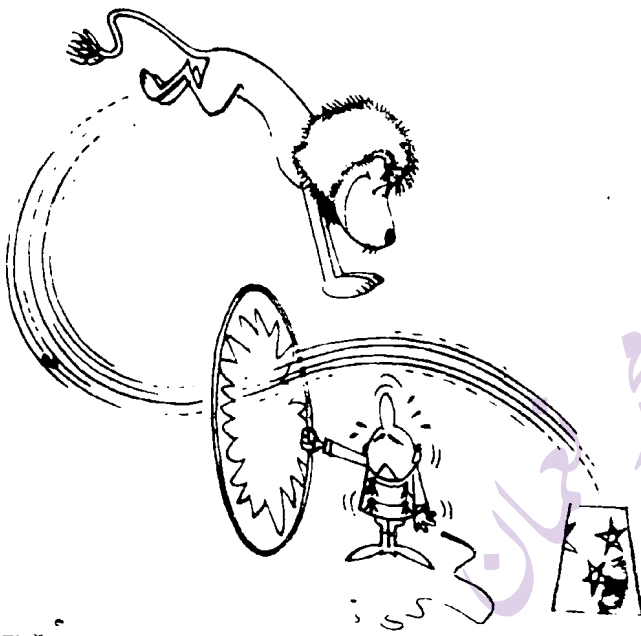
”یقیناً اے ملک میں تیری ذہانت اور سمجھ بوجھ کا اپنے دل سے
 معترف ہوں“

”بس تو اب جاؤ اور مریمز کے علاوہ وزیر اور پرچہ نویس کو بھی بلا
 لاؤ۔ جاؤ جب مصر کی سلامتی خطرے میں ہو تو ملکہ آرام دہ بستر پر لیٹ کر
 رات نہیں گزار سکتی“

مریمز مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے کچھ دیر بعد ہی
 وہ لوگ اندر داخل ہوئے تھے جنہیں بلوایا گیا تھا۔ حیران اور پریشان سے
 کیونکہ آج پہلی بار رات کے اس صحنے میں جبکہ وہ اپنے بستروں میں
 بخواب تھے اس طرح ان کی طبیعت ہوئی تھی۔

تو فوراً ہی وزیر کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس سے مشورہ کرنے
 لگی کہ اپنے نئے فرمان کے سلسلے میں اُسے مزید کن اقدامات کی ضرورت
 تھی؟ بڑی دیر تک وہ آپس میں اس معاملے کی تفصیلات پر گفتگو کرتے رہے
 جن کا تعلق رئیس کے ساتھ نیپاٹا کی ہم پر روانہ ہونے والے سپاہیوں اور ان
 افسروں کی تعداد، جہاز کے انتخاب اور اس طرح کی بعض دوسری باتوں سے
 تھا۔ اس کے بعد ٹوٹ آنے منشی کو ان سرداروں کے نام خط لکھنے کی ہدایت
 کی جن کے قلعے نیل کے بالائی علاقے میں واقع تھے۔ اس کام سے فارغ
 ہو کر اس نے پرچہ نویس کو ان خطوط کی نقلیں تیار کرنے کی ہدایت کی اور حکم
 دیا کہ سارا کام رات کے باقی حصے میں مکمل کر کے وہ علی الصبح اس کے سامنے
 پیش ہوتا کہ شاہی فرمان پر دستخط کر کے ان پر مہر ثبت کر دی جائے۔
 اس کی آخری ہدایات رئیس کے لیے تھیں۔ ٹوٹ آنے اس سے کہا کہ
 وہ صبح کا اجملا پھیلنے سے پہلے اپنے سپاہیوں کو لے کر ایک شاندار جنگی
 جہاز کے ذریعے مصر کے ساحل سے روانہ ہو جائے اور آخری سرحدی چوکی
 پہنچ کر لبقایا فوجوں اور افسروں کا انتظار کرے جو نیپاٹا کے بادشاہ
 کے لیے مخالفت لے کر اور اس کے بیٹے کی لاش کے ساتھ اس سے
 وہاں آئیں گے۔

اور جب رئیس ملکہ کے احکامات کی تکمیل کا وعدہ کر کے مریمز اور اس کی



کے ساتھ زحمت ہونے لگا تو اچانک وہ اس سے مخاطب ہو کر بولی ”بھئی
جادو ریس، میں تمہیں کیش کے بد نصیب بادشاہ کے لیے ایک پیغام دینا
چاہتی ہوں اور وہ پیغام اتنا ہی خفیہ اور اہم ہے کہ کسی کے کانوں میں
اس کا ایک لفظ بھی نہیں پڑنا چاہیے۔“

ریس اس حکم کو سن کر کچھ جھکتا ہوا لوٹ آیا اور اب کمرے میں ان
دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا فرد موجود نہیں تھا۔

کمرے پر خاموشی طاری تھی اور ریس سر جھکائے اور دونوں ہاتھ سینے
پر باندھے ٹوآ کے سامنے چپ چاپ کھڑا تھا۔ دوسری طرف مکہ کی نگاہیں
بھی بار بار اس کے چہرے کی طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن اس کے ہونٹوں سے
بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کے پاس کہنے کے لیے
کوئی لفظ موجود نہ ہو۔ آخر کار ٹوآ نے اپنی شیریں اور لودھارا آواز میں سکوت
توڑتے ہوئے کہا۔

”طویل عرصہ گزر گیا جب ہم مندر کے صحن میں ساتھ ساتھ کھلا کرتے
تھے۔ اس کے بعد ہم کبھی تنہائی میں نہیں ملے۔ کیا یہ غلط ہے، ریس؟“
”نہیں اے عظیم مکہ!“ ریس نے جواب دیا۔ ”اور ایسا ہو بھی کس
طرح سکتا تھا۔ کیونکہ تو ایک مکہ بننے کے لیے پیدا ہوئی تھی۔ جبکہ مجھے قسمت
نے ایک سپاہی بنا دیا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارا ساتھ کس طرح ممکن ہے؟“
”کیوں ممکن نہیں ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے ریس! بشرطیکہ انسان
کے دل میں کچھ کرنے کی تمنا بھی ہو۔ کیا تیرے دل میں اس طرح کی تمنا موجود
نہیں ہے؟“

”آہ اے مکہ!“ ریس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا ”کیا تجھے
مجھ سے مذاق کے خوشی ہوتی ہے؟“

”نہیں اے ریس! میں تجھ سے مذاق نہیں کرتی لیکن کبھی میرے
دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش ماضی ایک دفعہ پھر لوٹ آئے۔ وہ
دن کیسے حسین اور خوش گوار تھے جب ہماری خوشیوں کی راہ میں حائل ہونے
والا کوئی نہیں تھا۔ مگر... مگر پھر ہم جدا کر دیئے گئے۔ تم سپاہی بن گئے اور
مجھے مصر کی ملکہ بنا دیا گیا۔“

”اور تم اپنا فرض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر رہی ہو اے
ستارہ صبح!“

”صرف میں ہی نہیں بلکہ تیری آج رات کی نمیش زنی کو دیکھ کر میں
یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ ہم دونوں نے ہی اپنے فرائض کے ساتھ
انصاف کیا ہے۔“

”میں ملکہ عالیہ کے حضور کیا عرض کر سکتا ہوں۔ ملکہ نے اس
وقت میری جان بچائی ہے جب اس کے بچنے کا کوئی ارکان باقی
نہیں رہا تھا۔“

”اسی طرح تو مجھے ایک مرتبہ میری جان بچا چکا ہے اور وہ خطرہ

آج کے خطرے سے زیادہ بڑا تھا۔ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب تالاب
میں رہنے والا مگر مجھے اپنے پیٹ میں لنگھنے کے لیے بالکل تیار تھا اور
اگر اس وقت تو نہ ہوتا تو میں اسی وقت اذیرس کے دیس میں چلی گئی ہوتی۔“
”آہ... مجھے سب کچھ یاد ہے اے مکہ۔ تیرے قریب خطرے
کو دیکھ کر مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی مگر وہ ماضی کی باتیں ہیں۔“ ریس نے
کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں... وہ ماضی کی باتیں ہیں لیکن حال بھی کچھ کم خون کی اور پریشان
کن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ کیش اور مصر کے درمیان بہت جلد مسائل
پیدا ہوں گے اور صرف دیوتا ہی جانتے ہیں کہ صحت یاب ہونے کے بعد
فرعون کا اس معاملے میں کیا رد عمل ہوگا۔ دیوتا مجھے اس کے غصے اور
ناراضگی سے محفوظ رکھے۔“

”ایسا ہی ہوگا مکہ! مگر مجھے بتا کہ اس نئی ہم کے دوران میرا کیا حشر
ہوگا۔ مجھے اس ہم کا جرنیل بنا کر بھیجا جا رہا ہے لیکن درحقیقت میں ایک
نوجوان اور نا تجربہ کار کپتان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ
نہیں ہو سکتا کہ مجھے راستے ہی میں ٹھکانے لگا دیا جائے یا کیش کا بادشاہ
مجھے سزائے موت کا حکم سنادے؟“

”اگر کسی نے تجھے راستے میں قتل کیا تو اس کی آئندہ نیلیں بھی میرے
انتقام سے نہیں بچ سکیں گی۔ اب جہاں تک کیش کے بادشاہ کا تعلق ہے
تو میں نے معاملے کے اس پہلو پر بھی اچھی طرح غور کر لیا ہے۔ تیرے ساتھ
دو ہزار مسلح اور جنگجو سپاہی سفر کر رہے ہیں۔ لہذا... مگر خوب اچھی طرح
اور غور سے سن لو کہ ان باتوں کا ذکر شاہی مکاتیب میں نہیں ہے۔“ ملکہ
نے کہا اور اس کی آواز سرگوشیاں نہ ہو گئی۔ ”کیش میں بہت عرصے سے مصر
کے جاسوس کام کر رہے ہیں اور میں خوب غور سے ان کی رپورٹوں کا مطالعہ
کرتی رہی ہوں۔ چنانچہ مجھے معلوم ہے کہ عوام اپنے حکمرانوں سے سخت
منتفر ہے۔ اب جبکہ اسٹیل قتل ہو چکا ہے، بادشاہ تنہا رہ گیا ہے۔“

ایک تنہا اور بوڑھا اور کمزور بادشاہ جس سے لوگوں کو نفرت ہے اور جو بے تحاشہ شراب نوشی کرتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا تیز خیال ہے کہ اس جزیرے کے سپاہی اور عام آدمی تیرے خلاف کوئی بڑی جنگ لڑنے کو تیار ہو سکیں گے تو۔۔۔ جو قدیم حکمرانوں کی نسل سے ہے اور جو کیش کے بادشاہ سے کہیں زیادہ اس سخت و تاج کا۔۔۔ اور شاید فرعون بننے کا بھی حقدار ہے۔ کامیاب اور سرفراز ہو گا۔

رئیس نے فوراً ہی تجھ پر کہا۔ چند لمحوں تک فرش کو گھورتا رہا پھر نظریں اٹھا کر بولا۔ ”مجھے کیا کرنا ہو گا؟“

”جہاں تک میں سمجھتی ہوں، کیش کا بادشاہ نہ تجھے معاف کرے گا اور نہ واپس آنے کی اجازت دے گا۔ ایسی صورت میں تیرے سامنے بس ایک ہی راستہ رہ جائے گا۔ جنگ کا راستہ! ہاں رئیس اچھے جنگ کرنا ہونے۔ اپنی زندگی بچا اور اپنے حق کے حصول کی خاطر، اس حق کے حصول کی خاطر جو تجھے کیش کے سخت و تاج پر حاصل ہے۔ یوں بھی اگر۔۔۔“

جگہ میں ہوتی تو اس وقت تک واپسی کا خیال دل میں نہ لاتی جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جاتا کہ مصر کی سرزمین پر سیرا پرتیاک استقبال کیا جائے گا۔ اس وقت تک میں وہیں ٹھہر کر حالات کا جائزہ لیتی رہتی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے پرجوش استقبال کا یقین ہو جاتا۔“

”میں سمجھ گیا اے ملکہ!“

”بس تو رئیس! صبح کا اجمال پھیلنے کے ساتھ ہی اپنی مہم کا آغاز کر دو۔ اگرچہ یہ ایک تلخ اور تکلیف دہ بات ہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اب ہم کب ملیں گے اور چونکہ تجھے ایک طویل سفر اور ایک خطرناک مشن درپیش ہے۔ اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آج رات کے بعد ہماری ملاقات اس دنیا میں کبھی نہ ہو۔“ ملکہ نے کہا۔ ”اُس کی آوازیں مایوسی اور پشیمانی تھیں۔“

”تو آ!“ رئیس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بوجھل آواز میں کہا۔ ”کیا تو چند لمحوں کے لیے۔۔۔ صرف چند لمحوں کے لیے یہ بھول سکتی ہے کہ تو مصر کی ملکہ اور اس ملک کی آئندہ فرعون ہونے کے بجائے صرف ایک عورت ہے۔ کیا ایک عورت ہونے کی حیثیت سے تو میسر اس راز کو سن سکتی ہے جو نہ جانے کب میرے سینے میں دفن ہے اور جسے میں اس وقت مجبوراً تجھ پر آشکار کرنا چاہتا ہوں؟“

”کیوں نہیں رئیس! یہاں ہم اس وقت بالکل تنہا ہیں اور ہماری گفتگو سننے والا کوئی نہیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تیرے راز کو کسی پر خا ہر نہیں کروں گی۔ مگر گفتگو مختصر کر۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور تو کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ ہو سکتا ہے اس وقت کے بعد ہم کبھی نہ مل سکیں۔“

”بہت اچھا اے ملکہ، نیز تو آ۔۔۔ تو مجھے یہ کہنا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔“

”یہ کیا بات ہوئی رئیس! مصکراہوں لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔“

”مگر میں تم سے اس طرح محبت کرتا ہوں جس طرح ایک مرد ایک عورت سے کرتا ہے۔“

”آہ۔۔۔“ نیز تو آنے ایک گہری سانس لی۔ ”یہ ایک بالکل مختلف بات ہے۔ بہت اچھا۔ ہر عورت محبت کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس سے بھی محبت کی جائے۔ اب یہ اور بات ہے کہ ان میں سے بعض ملکہ ہوتی ہیں اور بعض کسان! لیکن ہر عورت چاہنے اور چاہے جانے کی تڑپ اپنے دل میں رکھتی ہے۔ پھر اس میں ناراض کیوں ہونے لگی؟ اس کے بجائے میں اس محبت کے لیے تیرا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“

”نہیں۔۔۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہو سکتا۔ ایسی محبت کا کیا فائدہ جو محض بے حرمتی ہو اور پھر لے ملکہ، ذرا سوچ تو یہی کہ اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو دیوانگی میں مبتلا ہو کر مصر کی ملکہ سے محبت کرنے لگا ہے؟“

”کوئی نہیں جانتا۔ ممکن ہے اس محبت کی قیمت اُسے اپنی جان لے کر ادا کرنا پڑے۔ یا ہو سکتا ہے، آخر کار وہ ملکہ سے شادی کر کے مصر کا فرعون اور دنیا کا طاقت ور ترین بادشاہ بن جائے۔ دراصل سارا انحصار اس بات پر ہے کہ خود ملکہ اس محبت کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتی ہے۔“

”میں سمجھا نہیں ملکہ! کیا تو مجھے خوش آمدید کہہ رہی ہے یا پھر تو نے میری زندگی کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

”تو آ کی زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا۔ اس کے بجائے اُس نے اپنا ہاتھی دانت کا عصا فرش پر گرا دیا اور اپنے ہاتھ خاموشی سے رئیس کی طرف بڑھا دیے۔ رئیس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور تو آنے اپنے سرخ اور مرطوب ہونٹوں سے محبت کی پہلی مہر اس کے ہونٹوں پر ثبت کر دی۔ چند لمحے بعد بولی۔ ”اب میری باتوں کو غور سے سن لے رئیس! جیسا کہ تو جانتا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ کیونکہ یہ دیوتاؤں کا فیصلہ ہے۔ انہوں نے ہمیں ایک ہی دن پیدا کیا اور ہمیں ایک ہی مہربان خاتون کی چھاتیوں سے توانائی بخشی۔ ہمیں شرم سے آخر تک ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ تو مصر کا ایک معزز آدمی ہے اور مصر کی ملکہ سے محبت کرتا ہے۔ ملکہ بھی تجھ سے محبت کرتی ہے اور ہمیشہ تیری رہے گی۔ یہاں تک کہ موت آگے بڑھ کر لے اپنے آغوش میں لے لے جیسا کہ ہر وقت امکان ہے۔“

”ہاں۔۔۔ محلوں میں ہمیشہ سازشیں پروان چڑھتی ہیں میں اکثر جھجھکتا ہوں کہ کاش تو مصر کی ملکہ نہ ہوتی۔۔۔ ایک عام عورت ہوتی۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مصر کا تخت میرا ہے اور اسے مجھ سے جدا نہیں کیا جاسکتا لیکن۔۔۔ لیکن رئیس! اگر کبھی ایسا ہوا۔ اگر مجھے مصر کے تخت و تاج سے محروم کر دیا گیا۔ میں ایک آوارہ بھکار کی حیثیت سے تیرے سامنے آئی اور تو اس وقت کسی ملک کا فرمانروا ہوا تو کیا اس وقت بھی تو مجھ سے محبت کرے گا؟“

”یہ کوئی پوچھنے کی بات نہیں، اے ملکہ۔ پھر تیرا سوال بچکانہ بھی ہے۔“

ایک شکاری پرندوں کو ذبح کر رہا تھا اور ساتھ ہی ان کو ٹپتے دیکھ کر رو رہا تھا۔ ایک پرندہ کہنے لگا: ”یہ شکاری بہت رحم دل ہے۔“ دوسرے پرندے نے کہا: ”اس کے آنسوؤں کو نہ دیکھ اس کے ہاتھوں کو دیکھ۔“

شاہی عدالت اگرچہ قیمتی ہے لیکن اپنا پرانا لباس اس سے زیادہ باعزت ہے اور امیروں کا دسترخوان اگرچہ لذیذ ہے، مگر اپنی جھولی کے ٹکڑے اس سے زیادہ مزے دار ہیں۔



یہ ایک دوسرے کے نہیں ہو جاتے۔ ”نیر تو آنے میں نوحجت جبری نظروں سے دیکھا اور پھر اپنا تاج سر سے اتار کر محبوب کے قدموں میں رکھ دیا اور اس کے سامنے ٹھٹھوں کے بل جھک گئی لیکن صرف ایک ٹائیٹ کے لیے کیونکہ اگلے ہی لمحے میں نے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ دوسرے دن سورج کی پہلی کرن کے ساتھ زمیں اپنے زبردست اور شاندار جنگی جہاز میں بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس خطرناک فوجی مہم پر روانہ ہو گیا۔ جو تو آنے اس کے پہرہ کی تھی اور جس پر اس کی محبت اور اس کی زندگی کا دار و مدار تھا۔

فوج کے جرنیلوں، راہبوں اور وزیروں میں گزشتہ رات سے ہی سرگوشیاں گشت کر رہی تھیں۔ ان میں سے بہتوں کو ملک کے فیصلے سے اختلاف تھا اور ان کے خیال میں رئیس کو اسی وقت نہ ملے موت ملے دینا چاہیے تھی۔ جب اُس نے شاہی مہمان کے مقابلے میں تلوار کو بے نیام کیا تھا۔ رئیس کا یوں ایک بڑی فوج کے ساتھ ہمیشہ کے بادشاہ کے پاس جانا انہیں بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ مگر اس اختلاف کے باوجود اتنی ہمت سے یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے ہی تھے جن کے خیال کے مطابق رئیس کی سربراہی میں جانے والے کپتانوں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ مصر کی سرحدوں سے نکلنے کے فوراً بعد اپنے نوجوان جرنیل کا خاتمہ کر دیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں ملک کی ذہانت اور صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا اور جن کے خیال میں وہ بدریں حالات میں بھی بہترین فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

ان باتوں کے علاوہ فرعون کی صحت بھی گفتگو کا ایک بڑا موضوع بنی ہوئی تھی۔ کوئی بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ زندہ رہے گا یا مرجائے گا لیکن سوال یہ تھا کہ اگر وہ جان نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟ ایک عورت کا فرعون کی حیثیت سے حکومت کرنا بہت سے مصریوں کے لیے ایک عجیب سی بات تھی۔ یوں بھی ہزاروں برس سے مصر کی عورت کے زیر تسلط نہیں رہا تھا اور اگر کبھی کسی عورت نے حکومت کی بھی تو وہ غیر شاہی شہزادہ ہرگز نہیں تھی۔ ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مصر کو انتشار اور اختلاف سے بچانے کے لیے آسن کے ستارہ صبح کے لیے کوئی شوہر تلاش کر لیا جائے۔ مگر لوگوں کے اندیشے بالکل غلط ثابت ہوئے اور موت کی طرف بڑھتا ہوا فرعون آخر کار دوبارہ زندگی کی شاہراہ پر لوٹ آیا۔ اب اس کی

جھجکیسا آدمی بھلا کس طرح کسی مہم کا حکم بن سکتا ہے؟

”رئیس کیا تو نہیں سمجھ سکتا۔ میں تجھے مصر سے سینکڑوں میل دور بھیج رہی ہوں اور اگرچہ میرا دل اس جدائی پر بڑی طرح رو رہا ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ یہاں تیرے ان گنت دشمن ہیں اور اگر میں نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام نہ لیا ہوتا تو شاہی مہمان کے قتل کی آڑ میں تیرے حاسد اور دشمن تجھے سی وقت موت کے گھاٹ اتار چکے ہوتے۔ اب وقتی طور پر خطہ مل گیا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہوا۔ یہ لوگ اپنی سازشوں سے باز نہیں آئیں گے۔ اور جب فرعون صحت یاب ہو جائے گا تو تیری موت کے پروانے پر اسی سے دستخط کروادیں گے۔ ظاہر ہے۔ اتنی اس کا ہمیں کیا سکتا ہے۔ بات کے بجائے مستقبل پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں تجھے ایک مضبوط اور طاقتور فوج کے ساتھ بھیج رہی ہوں اور کیش کے تخت و تاج پر تیرا بوجہ بادشاہ سے کہیں زیادہ حق ہے۔ اس حق کو حاصل کرنا تیرا کام ہے اور اگر تو کامیاب ہو گیا تو پھر کیش کے بادشاہ کی حیثیت سے دنیا کی کوئی طاقت تجھے مصر کی ملکہ کا ہاتھ طلب کرنے سے نہیں روک سکے گی۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ تیری رگوں میں گردش کرنے والا خون شاہی ہے اور مصر کے لوگ اب بھی اس قیمتی سرزمین کے متمنی ہیں جس کا شمار کبھی ان کی قلمرو میں ہوتا تھا اور جسے وہ اب سے صدیوں پہلے کھو چکے ہیں۔“

”میں نے تیری باتیں سنی ہیں اے ملکہ... اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے اپنانے کے لیے میں تیری ہدایات پر پورا پورا عمل کروں گا مگر اے نیر تو! میرا سفر بے حد طویل اور کٹھن ہے اور ہو سکتا ہے کہ اب ہم کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں۔ کم از کم اتنا تو یقینی ہے کہ ایک طویل اور تکلیف دہ جدائی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ایسے میں، میں تجھ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔ صرف ایک عورت ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ملکہ کی حیثیت سے بھی میں تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مستقبل میں خواہ حالات کیسا ہی رنج اختیار کریں اور چاہے تخت و تاج کا تقاضا کچھ بھی ہو جب تک میں مر نہیں جاتا یا تو میرا انتظار کرے گی؟“

”ہاں، رئیس! میں وعدہ کرتی ہوں... میں وعدہ کرتی ہوں کہ زندگی کا آخری سانسوں تک تیرا انتظار کرتی رہوں گی اور اب میرا خیال ہے کہ تم تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ لہذا الوداع اے رئیس! اس وقت تک اے ایسے الوداع جب تک کہ ہم سورج کے دوسری طرف پہنچ کر ہمیشہ کے

حالت بڑی تیزی سے سنبھل رہی تھی۔ ایک روز اس نے اپنے میزوں کو طلب کیا اور جب وہ لوگ آگئے تو ان سے پہلی بار اس منحوس رات کے ہولناک واقعات کے بارے میں پوچھا جب اس نے پرس آف کیش کے اعزاز میں ایک شاندار اور پرتکلف دعوت دی تھی۔ بادشاہ کو اس رات کے واقعات تک یاد نہیں آسکے تھے اور وہ بالکل نہیں جانتا تھا کہ اس رات کس قسم کے واقعات پیش آئے تھے۔ شیر جانتے تھے کہ اس مرحلے پر جبکہ فرعون پوری طرح صحت یاب بھی نہیں ہوا تھا، خاموشی ہی بہتر رہے گی۔ انہوں نے اس کے سوالات ادھر ادھر کی باتوں میں اڑا دیئے اور فرعون کو اس بات پر سخت غصہ آگیا۔ اس نے انہیں فوراً اپنی خواب گاہ سے نکال دیا اور مزید طلب کیا جو آسمان کے معبد کے محافظوں کا کپتان اور اس کا دوست تھا۔ مریمز ایک بے حد ذہین اور سمجھ دار شخص تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہولناک حقائق کا انکشاف فرعون کے ذہن پر کوئی خوش گوار اثر مرتب نہیں کرے گا لیکن اُسے اس بات کا انداز تھا کہ اگر بادشاہ کو تاریکی میں رکھ کر اُسے ذہنی بے چینی اور انتشار میں مبتلا کیا گیا تو یہ بات اُس کے حق میں زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی چنانچہ جب فرعون نے اس کے سامنے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی تو کچھ جھجکتے ہوئے مریمز نے سب کچھ بلا کم و کاست بیان کر دیا۔ حالانکہ اس کا ہجر بہت جیسا تھا اور اس نے اپنے انداز سے اس حادثے کی اہمیت کو کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود فرعون کے ذہن میں پیدا ہونے والے غم و غصے کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

”بہت بُرا ہوا یہ“ اُس کے خاموش ہونے پر فرعون نے کہا۔ ”وہ مصر کا شاہی ہمان اور میری بیٹی کا خواستگار تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کیش اور مصر کے درمیان خونخوار جنگ کا راستہ ہموار ہو گیا ہے مگر کیا رمیس کو سزلے موت دے دی گئی؟ جیسا کہ وہ اس کا مستحق تھا اور اگرچہ تم اس کے باپ ہو لیکن خود مہتیں بھی یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی۔“

”میں کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں فرعون! البتہ اگر اس نے اس وقت بذریعہ کا مظاہرہ کر کے مصر کی توہین کرنے کی کوشش کی ہوتی تو میں خود اپنے ہاتھ سے اُسے قتل کر دیتا۔“

”آہ! یہ ایک سپاہی اور ایک باپ کے الفاظ ہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔ کیش کے شہزادے نے سب کے سامنے اس کی توہین کی تھی۔ مگر پھر ہوا کیا؟“

”فرعون کے بے ہوش ہو جانے کے بعد مصر کی ملکہ نیز لڑا ستا و صبح نے سارے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ اس کے حکم پر ایک وفد مقتول شہزادے کی لاش لے کر کیش کے بادشاہ کے پاس گیا ہے میرا بیٹا بھی اس وفد میں شامل ہے چنانچہ بادشاہ کو اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اس کے ساتھ جو سادک مناسب سمجھے کرے۔“ مریمز نے جواب دیا اور پھر ملکہ کے فیصلے کی وجوہات اور وفد سے متعلق دیگر تفصیلات بتانے لگا۔

”یہ ایک مناسب فیصلہ ہے۔“ چند لمحے بعد فرعون نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”لیکن دو ہزار سپاہیوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو ایک ہلکی فوج ہو گئی اور جب میرا بھائی، کیش کا بادشاہ اس فوج کو اپنی طرف بڑھتا دیکھے گا تو اس کے ذہن میں یقیناً غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔ ممکن ہے وہ اسے ایک حملہ تصور کرے اور اس طرح حالات مزید خراب ہو سکتے ہیں مگر اس فوج کو کس جرنیل کی سربراہی میں روانہ کیا گیا ہے؟“

”میسر لیتا، کاؤنٹ رمیس اس فوج کا کمانڈر انچیف ہے، اے فرعون!“

”رمیس!“ فرعون نے بڑے زور سے چونک کر کہا۔ ”رمیس جو شہزادے کا قاتل ہے جس کا تعلق کیش کے قدیم حکمرانوں سے ہے اور جو میری فوج میں محض ایک کپتان تھا۔ اُسے میسر دو ہزار سپاہیوں کا کمانڈر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آہ! شاید میرا ذہن ابھی ناکارہ ہے۔ کس نے بھیجا ہے اُسے کمانڈر بنا کر...؟“

”ملکہ مصر... ستارہ صبح! ہاں! اے فرعون! یہ اسی کا حکم تھا۔ ہال میں ہونے والی جنگ کے ناتمے کے فوراً بعد اس نے یہ تحریری حکم جاری کیا تھا۔“

”آہ، آہ... بلاؤ اُسے، نیز لڑا کو!“ فرعون نے کراہ کر کہا اور اس کے کچھ دیر بعد ہی ملکہ بھی وہاں نظر آ رہی تھی۔ بادشاہ کی گفتگو کو سننے کے بعد اُس نے کہا:-

”اور میں اس وقت کیا کر سکتی تھی میسر باپ! سپاہیوں کے دل رمیس کے ساتھ دھڑک رہے تھے۔ اُسے اپنے ساتھیوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہے لہذا اُسے قتل کرنا کوئی آسان کام نہ ہوتا مجبوراً میں نے وہی کیا جو دیوتاؤں نے میرے دل میں ڈال دیا تھا۔“

”ٹھیک ہے، تو نے ٹھیک کیا اے بیٹی اور ملکہ! لیکن اس کے ساتھ دو ہزار فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ جانتی ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ کیش کا بادشاہ رمیس کے علاوہ میرے دو ہزار سپاہیوں کو بھی قتل کر دے گا۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ رمیس اُسے قتل کر دے۔ اس کے بعد وہ یقیناً باپ دادا کے تخت و تاج پر قبضہ کر لے گا۔ کیا یہ بات تو نے نہیں سوچی؟“

”سوچی ہے میسر باپ! لیکن اگر ایسا ہوا تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہو گا۔ اس میں مصر کے مفاد کے خلاف کوئی بات نہیں اور ہم دنیا کی نظروں میں مورد الزام ہونے سے بھی بچ جائیں گے۔“

فرعون کے ہونٹوں پر خنیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ذرا روک کر بولا۔

”میں سمجھ گیا، تجھ میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جنہیں مصر کے فرعون کے لیے ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔“

تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور صرف مسکرا کر رہ گئی۔

